عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۳ | ۲۹ ربیع الثانی تا ۵ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ مطابق یکم تا ۷ مارچ ۲۰۱۴ء | شمارہ: ۹

ایک ہفتہ
حضرت شیخ الہند کے دیس میں

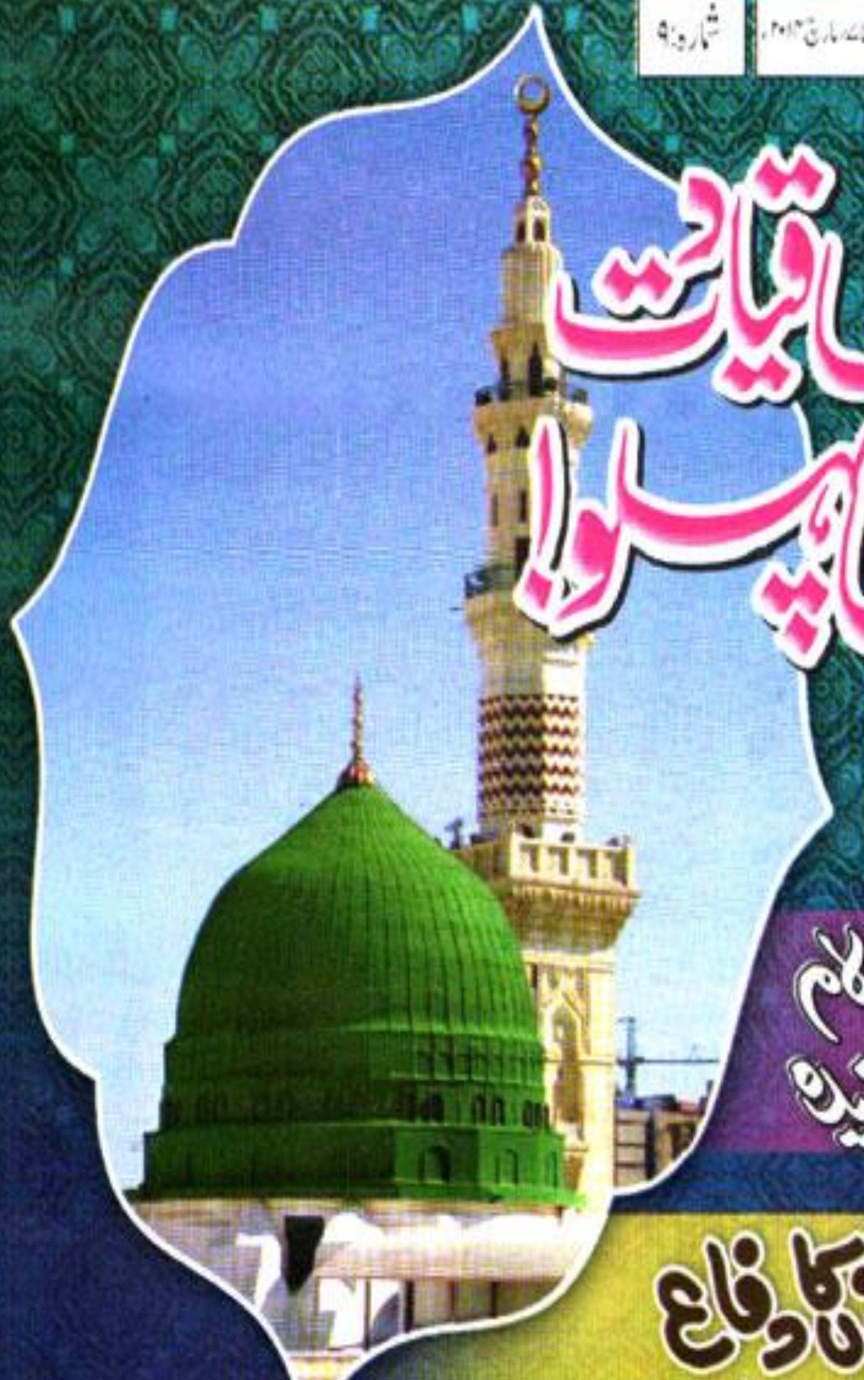

سرزمین کی قیادت کے امتیازی پہلو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ

اسلام اور مسلمانوں کا دفاع

علماء کی اہم ذمہ داری

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

بدعت کی پہچان

شبیر احمد عثمانی، حاصل پور ضلع بہاول پور

س:...... کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو تدفین کے بعد تیجہ، ساتواں، نواں، چالیسواں یا برسی پر، قل خوانی، قرآن خوانی کے لئے لوگوں کو جمع کرنا، اعلانات کے ذریعے سب کو دعوت دینا اور بیان کرنا، ان سب کی شرعی حیثیت کیا ہے اور ان اجتماعات میں بیان کرنے کے لئے کیا شرعی حکم ہے؟

ج:...... صورت مسؤلہ میں تیجہ، ساتواں، نواں، چالیسواں یا کسی کے نام کی قل خوانی یا قرآن خوانی کا مروجہ طریقہ اسی طرح جمعرات کے دن کو مخصوص کر کے نیاز دینا وغیرہ یہ سب رسمیں ہیں، شرعاً اس بارے میں کسی چیز کی تخصیص نہیں کی گئی اور نہ ہی اس مذکورہ بالا طریقہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ مروجہ طریقہ لوگوں نے محض اپنی طرف سے شریعت اور ثواب کے نام پر ایجاد کیا ہے۔ اس لئے یہ بدعت ہے، کیونکہ اس میں سے کوئی فعل بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ ہوئی ہو یا پھر صحابہ کرامؓ کے دور میں اور ان کے بعد تابعین و تبع تابعین کے دور میں محسوس نہ ہوئی ہو۔ مگر اس مبارک دور میں ان چیزوں کا بالکل بھی وجود نہیں پایا جاتا۔ جس سے ثابت ہوا کہ یہ چیز شریعت سے ثابت نہیں، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں بڑے اہتمام کے ساتھ تعلیم فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس پر عمل کر کے ہمارے لئے نمونہ بن جاتے۔ لہٰذا جو چیز شریعت سے ثابت نہ ہو اور دین و شریعت میں خود سے شامل کی گئی ہو وہ بدعت ہے اور بدعت کی حوصلہ شکنی کرنے کا حکم ہے نہ کہ حوصلہ افزائی کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''جس نے کسی بدعت والے کی تعظیم کی تو گویا اس نے بھی اسلام کو گرا دینے میں معاونت کی۔'' اس لئے بدعت میں شریک ہونا یا دوسروں کو دعوت دینا بیان و اعلانات کرنا درست نہیں ہے ان تمام امور سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ادارے کی طرف سے علاج معالجہ کی سہولت

محمد ذیشان، کراچی

س:...... میں ایک ادارہ میں ملازم ہوں، ہمارا ادارہ اپنے ملازمین کو علاج معالجہ کی مفت سہولت دیتا ہے، گویا ہر ملازم اپنا اور اپنی بیوی بچوں کا علاج ادارہ کے مخصوص ہسپتالوں سے مفت کروا سکتا ہے۔ ہمارے ادارے نے ایک انشورنس کمپنی سے معاہدہ کیا ہے، جس کی بنا پر وہ کمپنی ہمارے علاج کی ذمہ دار ہے، یاد رہے کہ ہمارا ادارہ جو اس انشورنس کمپنی کو ادائیگی کرتا ہے وہ ہماری تنخواہ سے منہا نہیں کی جاتی۔ کیا اس صورت میں ہم خود اور اپنی بیوی بچوں کا علاج اس انشورنس کمپنی سے کروا سکتے ہیں؟

ج:...... اگر آپ کے ادارہ نے انشورنس کمپنی سے از خود معاملہ کیا ہے اور انشورنس کی رقم وہ از خود بھرتا ہے تو آپ کو اس کمپنی سے علاج کرانے کی سہولت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا ادارہ آپ کی طرف سے جو رقم ادا کر رہا ہے وہ آپ کی ملکیت نہیں ہے وہ ادارہ کی ملکیت ہے۔ ادارہ اس میں جو تصرف کرنا چاہے کر سکتا ہے، اس لئے انشورنس سے علاج کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

☆☆..................☆☆

ہفت روزہ
ختمِ نبوّة
مؤسس

مجلسِ ادارت
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۳ — ۲۸ربیع الثانی تا ۵رجمادی الاول ۱۴۳۵ھ مطابق کیم تا ۷رمارچ ۲۰۱۴ء — شمارہ:۹

اس شمارے میں!

پاکستان میں امن وامان کا دشمن کون؟	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
سرورِ کونین ﷺ کی قیادت کے امتیازی پہلو	۷	حکیم عبدالرحیم اشرفؒ
اسلام اور مسلمانوں کا دفاع...	۱۱	مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کا عقیدہ	۱۴	مولانا غلام رسول دین پوری
ایک ہفتہ حضرت شیخ الہندؒ کے دیس میں!	۱۷	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
ایک اور کذاب	۲۲	محمد متین خالد
خبروں پر ایک نظر	۲۵	ادارہ

سرپرست
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیرِ اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون بیرونِ ملک
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا:۹۵ڈالر، یورپ، افریقہ:۷۵ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک:۶۵ڈالر

زرِ تعاون اندرونِ ملک
فی شمارہ ۱۰روپے، ششماہی:۲۲۵روپے، سالانہ:۴۵۰روپے
چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 8-1363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون:۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس:۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون:۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

پینے کے آداب واحکام

پانی کے برتن میں سانس لینے کی کراہت

"حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب تم میں سے کوئی شخص پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۱۱)

پانی کے برتن میں سانس لینا شرعاً وطبعاً مکروہ ہے، اس لئے کہ پینے کے دوران برتن میں سانس لینے سے احتمال ہے کہ ناک کی ریزش پانی میں مل جائے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ سانس لیتے ہوئے پانی دماغ پر چڑھ جائے۔ بہرحال منہ کو برتن کے ساتھ لگا کر سانس لینا مہذب انسانوں کا طریقہ نہیں بلکہ جانوروں کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر بچہ یہ کام کرے تو اس کو منع کیا جاتا ہے، منہ سے برتن الگ کرکے سانس لینے کی ہدایت کی جاتی ہے۔

مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینے کی ممانعت

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا۔" (ترمذی ج:۲ ص:۱۱)

"اِخْتِنَاث" کے معنی ہیں چمڑے کے مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پیا جائے، اور مشکیزے کو اُنڈیل دیا جائے، واللہ اعلم!

ممانعت کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں، ایک یہ کہ بڑے مشکیزے کو اُلٹائیں گے تو پانی زیادہ چلا جائے گا اور اس کا سنبھالنا مشکل ہوگا، اور دُوسری وجہ یہ کہ بعض روایات میں یہ وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نے اس طرح مشکیزے سے پانی پیا اور سانپ کا بچہ اس کے اندر چلا گیا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینے کی ممانعت فرمائی ہے۔

اس کی (مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینے کی) اجازت میں

"حضرت عبداللہ بن انیس رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ اُٹھے اس کو منہ لگا کر پانی پیا۔" (ترمذی ج:۲ ص:۱۱)

جیسا کہ حضرت مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے یہ روایت کمزور ہے۔ بہرحال اس روایت سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہوکر مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینا جائز ہے، اور یہ کہ اُوپر کی ممانعت تنزیہی ہے۔

"حضرت عبدالرحمن بن ابی عمرہ اپنی دادی کبشہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، پس ایک مشکیزے سے، جو وہاں لٹک رہا تھا، منہ لگا کر کھڑے ہوکر پانی پیا، میں اُٹھی اور اُٹھ کر مشکیزے کا منہ کاٹ لیا۔" (ترمذی ج:۲ ص:۱۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینا جائز ہے، جبکہ کیڑے، پتنگے کے اندر جانے کا اندیشہ نہ ہو، اور حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا نے مشکیزے کا منہ اس لئے کاٹ لیا کہ ان کو گوارا نہ ہوا کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک لگے ہیں، وہاں کوئی اور منہ لگا کر پانی پیئے۔

دائیں والے پانی پینے کے زیادہ مستحق ہیں

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ لایا گیا جس کو پانی ملا کر ٹھنڈا کیا گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

وسلم کی دائیں جانب ایک اعرابی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا، باقی ماندہ اعرابی کو دے دیا اور فرمایا: مستحق ہے وہ شخص جو دائیں جانب ہو، پھر اس کے بعد جو دائیں جانب ہو!"

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دائیں جانب بیٹھا ہو وہ زیادہ مستحق ہے، کیونکہ دائیں جانب کا اکرام اس کا مستحق ہے۔

۲:... "اَلْاَیْمَنُ فَالْاَیْمَنُ" کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص دائیں جانب ہو وہ زیادہ مستحق ہے، اس کے فارغ ہونے کے بعد پھر جو اس کے دائیں جانب ہو۔ اور دُوسرے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ جو شخص دائیں جانب سب سے زیادہ قریب ہو وہ مستحق ہے، اس کے بعد پھر بائیں جانب جو سب سے زیادہ قریب ہو وہ مستحق ہے، جس طرح کہ امام کے پیچھے صفیں بنانا، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ پہلے دائیں جانب صف بنے، پھر بائیں جانب، اور ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ایک آدمی امام کے دائیں جانب کھڑا ہو، پھر دُوسرا آدمی بائیں جانب کھڑا ہو، پھر تیسرا آدمی دائیں جانب، پھر چوتھا بائیں جانب۔ بہرحال بظاہر یہی معنی یہاں راجح ہیں، واللہ اعلم!

۳:... یہاں سے اسلام کا نظریہ مساوات بالکل کھل کر سامنے آجاتا ہے، غور فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب ایک غیرمعروف اعرابی ہے، اور بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں، لیکن اس اعرابی کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفی

پاکستان میں امن وامان کا دشمن کون؟

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

میاں محمد نواز شریف کی موجودہ حکومت کے برسر اقتدار آنے سے چند ماہ پہلے قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن دامت برکاتہم العالیہ کی میزبانی میں مملکت پاکستان کی تقریباً تمام سیاسی جماعتوں اور قبائلی سرداروں پر مشتمل ایک کل جماعتی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، جس کی روشنی میں یہ طے ہوا تھا کہ پاکستان کے تحفظ اور امن وامان کی بحالی کی خاطر پاکستانی ناراض نوجوان جو طالبان کے نام سے مشہور ہیں، ان سے مذاکرات کئے جائیں گے۔ ابھی معاملہ گفت وشنید کی حد تک ہی تھا کہ طالبان کے امیر حکیم اللہ محسود کو ڈرون حملہ کرکے شہید کردیا گیا، طالبان ناراض ہوگئے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ ڈرون حملہ حکومت پاکستان کی مرضی سے ہوا ہے اور حکومت پاکستان امریکا کے زیر اثر ہے، جب تک یہ امریکا کے تسلط سے آزاد نہیں ہوگی، اس وقت تک ان سے مذاکرات بے سود ہیں۔ نتیجتاً انہوں نے مذاکرات سے سرے سے ہی انکار کردیا۔

ادھر حکومت نے کوششیں جاری رکھیں، خاص طور پر موجودہ وفاقی وزیر داخلہ جناب چوہدری نثار احمد صاحب کی یہ خواہش اور کوشش رہی کہ طالبان سے مذاکرات ہوں، تاکہ ملک میں جاری کشمکش اور کشیدگی میں کمی واقع ہو۔ بہرحال ان کی سرتوڑ کوششیں کچھ بارآور ہوئیں اور طالبان میں سے بھی مخلصین نے کوششیں جاری رکھیں۔ بالآخر طے ہوا کہ مذاکرات بحال ہوں اور دونوں طرف سے اس کے لئے حالات مزید سازگار بنانے کی محنت اور سعی جاری رہی۔

اس اثنا میں اس وقت بھی کچھ قوتوں کی طرف سے حالات اس نہج تک پہنچائے گئے کہ مذاکرات نہ ہوں اور انہوں نے قوم کو یہ باور کرانا شروع کردیا کہ حالیہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں طالبان کے خلاف آپریشن کا اعلان کیا جائے گا، لیکن وزیراعظم جناب میاں محمد نواز شریف صاحب نے تحمل اور بردباری کا ثبوت دیتے ہوئے مذاکرات کی نوید سنائی اور اس کے لئے ایک مذاکراتی کمیٹی تشکیل دے کر مذاکرات مخالف قوتوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

ادھر طالبان نے بھی ایک مذاکراتی کمیٹی بنادی۔ مذاکرات شروع ہونے سے قبل کہا گیا کہ آئین پاکستان کے اندر رہتے ہوئے مذاکرات ہوں گے، مذاکرات مخالف لوگ اور قوتیں یہ سمجھتی تھیں کہ شاید جب یہ کہا جائے گا تو طالبان مذاکرات سے انکار کردیں گے، لیکن طالبان نے بھی دوراندیشی اور بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے یہی کہا کہ ہم پاکستانی آئین کے تحت ہی مذاکرات کریں گے اور ہمارا مطالبہ ہے کہ آئین پاکستان پر پورا پورا عمل کیا جائے اور آئین میں قرآن کریم اور سنت نبویہ کو جو سپریم لاء قرار دیا گیا ہے اس پر عمل درآمد کیا جائے اور پاکستان میں قرآن وسنت کے نظام کو نافذ کیا جائے، یہی پاکستان بناتے وقت وعدہ کیا گیا تھا اور اسی کا ہم مطالبہ کرتے ہیں۔

بہرحال مذاکرات مخالف قوتوں کی تمام دلیلیں دم توڑ گئیں۔ مذاکرات شروع ہوئے اور ۱۷ فروری کو یہ خبر آگئی کہ طالبان کے مہمند ایجنسی سے تعلق رکھنے والے ایک گروپ نے کہا ہے کہ ایف سی کے ۲۳ اہلکار جن کو ۲۰۱۰ء میں اغوا کیا گیا تھا، ہم نے ان کو ہلاک کردیا ہے اور یہ اپنے ان ۲۳ طالبان ساتھیوں کے ردعمل میں کیا ہے جن کو سیکورٹی فورسز نے آپریشن کے دوران قتل کیا ہے۔

اب حالات یہ ہیں کہ مذاکرات میں تعطل آگیا ہے اور حالات کو بتدریج آپریشن کی طرف لے جائے جانے کی بو محسوس ہورہی ہے، اس لئے اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی قیادت نے مذاکرات جاری رکھنے پر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ اگرچہ وفاق المدارس العربیہ

پاکستان ایک تعلیمی بورڈ ہے اور اس کی پوری توجہ تعلیم پر ہی مرکوز رہتی ہے، لیکن اگر حکومت یہ سمجھتی ہے کہ اس کو ہماری ضرورت ہے تو ہم تعاون کے لئے تیار ہیں، اس بیان کی تفصیل درج ذیل خبر میں ملاحظہ ہو:

’’کراچی (اسٹاف رپورٹر) وفاق المدارس عربیہ پاکستان نے طالبان کے ساتھ امن مذاکرات کی کامیابی کے لئے کردار ادا کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا ہے اور اپیل کی ہے کہ حکومت اور طالبان دونوں فوری طور پر جنگ بندی کریں۔ پیر کو دارالعلوم کراچی میں وفاق المدارس عربیہ پاکستان کے صدر مولانا سلیم اللہ خان کی صدارت میں ملک کے جید علماء اور مدارس کے مہتمم حضرات کے اجلاس میں اہم فیصلے کئے گئے، اجلاس میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی مہتمم جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، دارالعلوم کراچی کے نائب صدر جسٹس (ر) محمد تقی عثمانی، دارالعلوم اکوڑہ خٹک کے مولانا انوارالحق، وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ قاری محمد حنیف جالندھری، مفتی کفایت اللہ، پشاور سے مولانا حسین احمد، جامعہ بنوریہ سے مفتی محمد نعیم، آزاد کشمیر سے مولانا سعید یوسف، لکی مروت سے مولانا اصلاح الدین، جامعہ اشرفیہ لاہور سے مولانا فضل الرحیم، قاری نثار احمد سمیت، آزاد کشمیر، گلگت بلتستان کے علماء نے شرکت کی۔ اجلاس میں ملک میں امن وامان کی صورت حال پر تشویش کا اظہار کیا گیا، جنگ سے گفتگو کرتے ہوئے قاری محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ مذاکرات میں تاخیر مذاکرات کو پیچیدہ بنادے گی۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف دونوں مذاکراتی کمیٹیوں کا اجلاس بلائیں۔ انہوں نے کہا کہ کچھ منفی عناصر اور قوتیں مذاکرات کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔ فریقین ضبط وسنجیدگی کا مظاہرہ کریں۔ دریں اثنا باخبر ذرائع کے مطابق مذکورہ اجلاس وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار احمد کی خواہش پر منعقد کیا گیا۔ چوہدری نثار احمد نے دو روز قبل دارالعلوم کراچی میں جید علماء سے ملاقات کرکے انہیں مذاکرات میں کردار ادا کرنے کی درخواست کی تھی، جس پر اتفاق رائے کے لئے مذکورہ اجلاس طلب کیا گیا تھا۔ دریں اثنا اجلاس میں علماء کرام نے حکومت اور طالبان کے مابین حالیہ تلخ بیانات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فریقین سے اپیل کی ہے کہ حکومت اور طالبان ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہوئے اخلاص نیت کے ساتھ مذاکراتی عمل کو کامیاب بنائیں، کیونکہ قوم کو اس مرتبہ مذاکرات سے کافی امیدیں وابستہ ہیں، اس لئے فریقین ایک دوسرے پر الزام تراشی اور تلخ بیانات سے پرہیز کریں۔ انہوں نے کہا کہ وفاق المدارس ایک تعلیمی بورڈ ہے لیکن حکومت اگر مذاکرات میں کردار کے حوالے سے وفاق المدارس کے اکابر سے رابطہ کرتی ہے تو وفاق المدارس باہمی مشاورت سے کردار ادا کرنے کے لئے تیار ہے۔ علماء کرام نے حکومت اور طالبان سے اپیل کی کہ حاسدین اور سازشی عناصر پر نظر رکھی جائے جو مذاکرات کو ناکام بنانا چاہتے ہیں۔ پوری قوم سے اپیل ہے کہ مذاکرات کی کامیابی کے لئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا جائے اور جمعہ کو یوم دعا کے طور پر منایا جائے..... ‘‘ (روزنامہ جنگ کراچی، ۱۸ فروری ۲۰۱۴ء)

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حالیہ تازہ کارروائی اور اس کی آڑ میں مذاکرات سے انکار سے ان اندرونی اور بیرونی قوتوں اور عناصر کو فائدہ ہوگا جو مذاکرات کے حق میں نہیں، جس کی طرف چند دن پہلے وزیر داخلہ صاحب نے اشارہ کیا تھا کہ کچھ اندرونی وبیرونی قوتیں مذاکرات کے حق میں نہیں۔ اس لئے قوم کے مفاد میں مذاکرات جاری رہنا چاہئیں اور ایسی کارروائیوں اور بیانات سے گریز کیا جائے جس سے مذاکرات سبوتاژ ہونے کا اندیشہ ہو ساتھ ساتھ باریک بینی سے دیکھا جائے کہ یہ کون لوگ ہیں جو کارروائیاں کررہے ہیں؟ اور کون سے مہرے ہیں جو ان مذاکرات کو سبوتاژ کرنے اور پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی سازشوں میں شریک ہیں۔ لہٰذا فی الحال دونوں فریق اس کی مذمت کریں اور صبر وتحمل سے کام لیں، ورنہ پاکستان دشمنوں کی خواہش پوری ہوگی اور قوم مزید افراتفری اور بدامنی کی دلدل میں پھنستی چلی جائے گی۔ ولا فعل اللہ ذالک۔ اللہ تعالیٰ ملک پاکستان میں امن وامان نصیب فرمائیں اور ان مشکل حالات میں ہماری مدد ونصرت فرمائیں۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

سرورِ کونین ﷺ کی قیادت کی امتیازی پہلو!

یہ مقالہ مجلس تعمیر پاکستان کے زیر اہتمام لاہور میں منعقدہ ایک سیمینار میں پڑھا گیا اور ماہنامہ ''المنبر'' فیصل آباد کے اگست ۱۹۶۶ء کے شمارے میں اشاعت پذیر ہوا تھا

حکیم عبدالرحیم اشرفؒ

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

سید الرسل امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بے شمار شعبوں اور اَن گنت محامد وفضائل کا جامع عنوان تو ''رسالت ونبوت ہے'' اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا کوئی زاویہ ایسا نہیں جس کی تفصیلات کا آخری سرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ''نبوت ورسالت'' سے نہ جاملتا ہو۔ آپ کی زندگی باپ، بیٹے، بھائی، شوہر، سسر اور داماد، کسی بھی معاشرتی رشتے کی حیثیت سے زیر بحث آئے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر تاجر، سپہ سالار، مدبر، مفکر، قائد، فاتح اور سربراہ مملکت کی حیثیت سے غور کیا جائے، یہ غور وفکر اور زندگی کے ہر پہلو سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ اس وقت تک ادھورا، نامکمل اور ناقص رہے گا، جب تک آپ کو اللہ کا رسول سمجھ کر یہ مطالعہ نہ کیا جائے یا بالفاظ صحیح، ہم جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کسی رخ پر غور وتحقیق کریں گے تو ایک مرحلہ ایسا آئے گا جب ہمارے مشاہدات، ہمارے احساسات اور ہمارے تصورات درماندگی محسوس کریں گے تو اظہار عجز کریں گے اور ہم بزبان حال پکار اٹھیں گے کہ یہاں سے آگے بڑھنے کی گنجائش نہیں اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بلند سطح پر ہمیں لاکھڑا کیا ہے، اس سے بلند تر مقامات تک پرواز ہمارے طائر فکر کے لئے تو ممکن نہیں، یہی مرحلہ ہوگا جہاں سے رسالت اور عبودیت کاملہ کا مقام شروع ہوگا اور ہم یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے کہ سیرت رسول کے جس عنوان پر ہم نے سوچا، غور کیا، معلومات حاصل کیں، یہ شعبہ اپنی تمام تر عظمتوں کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت اور ختم رسالت کا ایک ادنیٰ شعبہ ہے اور اس قسم کے تمام شعبوں کو جب جمع کیا جائے گا تو اس کا عنوان ہوگا:

''ختم نبوت اور رسالت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔''

اس ناگزیر تمہید کے بعد میں اجازت چاہوں گا کہ حسب ارشاد میں، حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ''قائد'' ہونے کی حیثیت سے کچھ عرض کروں۔

اس منتخب مجمع میں شاید اس موضوع کی تفصیلات زیر بحث لانا ضروری نہیں ہوں گی کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث فرمائے گئے، اس وقت دنیا کی حالت کیا تھی اور اس وقت کی فکری اور عملی قیادتوں کا حال کیا تھا؟ سرسری طور پر اتنا عرض کر دینا کافی ہوگا کہ آج سے چودہ سو سال قبل دنیا کا نقشہ یہ تھا کہ یونانی فلسفہ اپنی ناپائیداری پر خود ہی مہر ثبت کر چکا تھا اور یورپ میں رومی حکومت قائم ہو چکی تھی اور عہد نبوت میں یہ رومی حکومت بھی مغربی اور مشرقی دو حصوں میں بٹ چکی تھی اور اس کے بعض حصوں پر وحشی قبائل قبضہ کر چکے تھے، جن کی درندگی اور وحشت کے تذکروں سے تاریخ کے صفحات سیاہ ہیں۔ ادھر ایران میں مزدکیت کا دور دورہ تھا، جس نے دولت اور عورت میں اباحیت پسندانہ اشتراکیت کا تصور نافذ کر کے ملک کو خانہ جنگی میں مبتلا کر رکھا تھا اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ مزدک نے بھرے دربار میں شہنشاہ ایران سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ یہ تیری ملکہ صرف تیری نہیں ہے بلکہ اس سے ہر شخص استفادہ کر سکتا ہے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس جملے پر نہ شاہ کا چہرہ متغیر ہوا نہ ملکہ شرمائی۔

مشرق اقصیٰ میں چین نے جو عظمت اپنے مصلح کنفوشیوس کی وجہ سے حاصل کی تھی وہ زوال پذیر ہو چکی تھی اور عہد نبوت سے قبل ہی چین خانہ جنگی کا شکار ہو چکا تھا اور جو تھوڑے بہت عناصر اپنے پاؤں پر کھڑے تھے، وہ عظمت رفتہ کے نشہ میں انـــــا ولا غیـــری کا ڈنکا بجا رہے تھے۔ ہندوستان عہد نبوت سے ڈیڑھ ہزار سال قبل آریہ قبائل کی آماجگاہ بنا تھا اور حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل گوتم بدھ نے برہمنی سامراج کا مقابلہ جس انتہا پسندانہ تعلیم یعنی ترک دنیا کی تحریک سے کیا تھا وہ آخری ہچکیاں لے رہی تھی اور اس برصغیر میں ذات پات کی تفریق، شرمناک اوہام پرستی اور یوگ کے نام پر اخلاقی پستی کا دور دورہ تھا، مندروں میں مرد وزن کے برہنہ مجسمے نہ صرف رکھے گئے تھے بلکہ ان کی پوجا کی جاتی تھی، مستور اعضاء کو معبود بنایا جا رہا تھا، ایک عورت کئی خاوندوں کی بیوی بن سکتی تھی، کم وبیش یہی حالات ترکستان اور حبش کے تھے، رہے عرب تو ہم

میں سے ہر ایک کو معلوم ہے کہ جد الانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام لیوا حجازی عرب صرف بت پرستی ہی نہیں، معاشی ناہمواری کے بہانہ قتل اولاد، باپ دادا کے محاسن وفضائل کے لئے منعقد مجالس میں باہمی جنگ وجدال اور قبائلی اندرونی چپقلش کی وجہ سے گردوپیش کی رومی وایرانی سلطنتوں کی آماج گاہ بن چکے تھے اور یہودی سرمایہ داروں نے سودی کاروبار کے جال میں اس قوم کو اسی طرح گرفتار کررکھا تھا جس طرح مکڑی مکھی کو اپنے تنے ہوئے جالے میں محبوس کرلیتی ہے۔ سودخور یہودی اہل عرب پر اس حد تک مستولی تھے کہ عرب اپنی بہو بیٹیوں کو قرض کے عوض یہودیوں کے سپرد کرنے لگے تھے۔

غرض پانچویں صدی عیسوی کا نصف اول، پوری دنیا کے زوال کا زمانہ ہے اور اس وقت کرۂ ارض پر چھیلی ہوئی ظلمت، قانون فطرت کی ترجمان بن کر پکار رہی تھی کہ اب طلوع سحر کا لمحہ قریب ہے، قریب تر ہے اور عنقریب افق انسانیت سے اس نیر درخشاں کا ظہور ہونے والا ہے جو اکناف عالم کو اپنی ضیا پاشیوں سے منور کردے گا اور کشت انسانیت پھر سے بہار آشنا ہوگی۔

اس تیرہ وتاریک عالم میں اس ذات اقدس کا ظہور ہوتا ہے جس کے لئے جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حرم بیت اللہ میں گڑگڑا کر دعائیں مانگی تھیں اور جس کی بشارت کے لئے خانوادۂ ابراہیمی کے عظیم المرتبت رسول، مسیح ابن مریم علیہ السلام تشریف لائے تھے: ''ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' قافلۂ انسانیت کے یہ قائد تشریف لائے۔ طفولیت کا زمانہ محیر العقول واقعات کو اپنے دامن میں سمیٹتے ہوئے گزرا، شعوری پختگی کا عہد آیا تو گردوپیش کے حالات دیکھ کر پریشان وسرگرداں ہوئے۔ اس دنیا کے بسنے والوں کا جائزہ لیا تو کہیں شمع امید تو کجا آثار حیات بھی دکھائی نہ دیئے۔ عالم سرگردانی میں غار حرا کو بیت التفکر اور دار العبادہ بنالیا۔

اسی عالم جستجو اور حالت اضطراب ہی میں تھے کہ: ''اقرأ باسم ربک الذی خلق'' کی صدائے دل نواز سنائی دی، چونکہ کچھ دنوں بعد فضا میں پیامبر حق، جبریل امین کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا اور یہ بھی نظارہ کیا کہ جبریل کے توسط سے اکناف عالم پر انوار رُشد وہدایت پھیل رہے ہیں تو اس کی ہیبت وعظمت آپ پر طاری ہوئی اور کچھ بعید نہیں کہ ظلمت کدۂ عالم کی موجودہ حالت اور مستقبل کی یہ جھلک قلب مبارک میں اضطراب کا باعث بنی ہو۔ بہرنوع آپ عالم حیرت میں تھکاوٹ اور ڈر کے باعث چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ مدثر سے پکارا گیا:

''یا ایھا المدثر o قم فانذر o
وربک فکبر o وثیابک فطھر o
والرجز فاھجر o''

ترجمہ: ''اوڑھنے والے اُٹھو! افراد انسانیت کو ان کے بُرے انجام سے آگاہ کرو، اپنے رب کی کبریائی کی منادی کرو، اپنے ماحول کی آلائشوں اور گندگیوں سے اپنا دامن بچاتے ہوئے اسے پاک ومطہر کرو۔''

یہ ہے وہ کام جسے ہم چاہیں تو مجموعی اعتبار سے اسے ''منصب نبوت'' سے تعبیر کرسکتے ہیں اور اگر اس کے مختلف پہلوؤں کے عنوانات قائم کریں تو کسی حصۂ فرائض کو احیائے انسانیت کا عنوان دے سکتے ہیں، کسی شعبے کو تربیت وتزکیہ سے تعبیر کرسکتے ہیں اور بعض اجزاء ادائیگی فرض کو قیادت وراہنمائی کا عنوان دے کر گفتگو کرسکتے ہیں۔ یہ ساری تعبیرات اپنی اپنی جگہ درست ہوں گی، لیکن حقیقت یہی ہے کہ: ''عبارا تنا شتی و وصفک واحد''

تعبیرات وعنوانات کی بوقلمونی کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اپنی بے بضاعتی کے باعث مجبور ہیں کہ جلال مصطفوی کے نیر درخشاں اور جمال احمدی کے بدر کامل کی ضیا پاشیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی چشم نیم باز کو زاویوں پر گھمائیں اور کبھی ایک کرن سراج منیر سے مستعار لیں اور کبھی ماہتاب عالم کی ایک جھلک سے دنیائے دل کو آباد کریں۔

میں عفو خواہ ہوں کہ مفوضہ عنوان پر براہ راست گفتگو سے قبل میں نے ابتدائی اشارات پر اپنی معروضات قدرے تفصیل سے پیش کیں، لیکن میرے نزدیک بارگاہ مصطفوی کے ادب کا تقاضا بھی یہی تھا اور اپنے قلب وذہن کو جادۂ حق پر لے چلنے کے لئے بھی ضروری تھا کہ سرور کونین آبا کا بنا ہوا مہاتما صلی اللہ علیہ وسلم کی قائدانہ حیثیت پر غور وفکر کرتے وقت حیات طیبہ کی جامعیت کو ملحوظ رکھا جائے اور بعض اجزأ کو کل قرار دینے والے اس ہلاکت آفریں مغالطے سے بچنے کی کوشش کی جائے جو بعض حلقوں کے انوار ایمانی پر حجاب اکبر بن کر چھا گیا اور جس کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک سیرت نبوی کے کسی ایک ہی پہلو کو کل سمجھ کر دین کے بارے میں تعصبات کا شکار ہوکر رہ گیا یا پھر اس نے اپنے مطلوب جزو سیرت کو منصب نبوت سے الگ کرکے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا تو ایک تارک الدنیا زاہد کی حقیقت سے پیش کیا اور یا اس کے ردعمل کے طور پر سیاسی قائد کی حیثیت سے!

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت خالق ارض وسماء کی جانب سے مقام نبوت واصلاح پر فائز کئے گئے، اس وقت مسئلہ یہی درپیش نہیں تھا کہ قیصر وکسریٰ کے استبداد سے کراہتی دنیا کی قیادت کس طرح کی جائے اور دیر وکلیسا کے مذہبی بہروپ سے نجات دلانے کے لئے دینی حس رکھنے والے افراد کو کس سمت لے کر چلا جائے، بلکہ اہم ترین مسائل کا ایک انبار سامنے تھا اور ان کی پیچیدگی کا عالم یہ تھا کہ

اگر صرف عقل انسانی کو حق یہ فیصلہ کرنا ہوتا کہ کس مسئلے کو مقدم اور کس کو موخر کیا جائے تو یہ ممکن نہیں تھا کہ اولین اہمیت اوہام پرستی کو دی جائے یا اصنام پرستی کو، آغاز کار اخلاقی زوال کی اصلاح سے کیا جائے یا اجتماعی زندگی کے شیرازے کے بکھر جانے کو اہمیت دے کر سیاسی اصلاحات کو مقصد اول قرار دیا جائے، بلکہ صحیح صورت حال یہ تھی کہ انسانیت از شرق تا غرب، جنوب تا شمال اپنے جسم میں دوڑنے والے خون کے سرطان کے باعث جاں بلب تھی، سلاطین و امرا کی قہر سامانیوں، استبداد اور استحصال بالجبر کے ہاتھوں زخموں سے چور تھی اور مصلحین و معلمین کی حیثیت سے سامنے آنے والے مذہبی قزاقوں کے مکروفریب نے اس کا رہا سہا اعتماد بھی ختم کر دیا تھا اور یوں دکھائی دیتا تھا کہ اس عالم یاس میں کوئی مسیحا اسے کسی بہتر سے بہتر جام شفا بخش سے بھی منزل صحت و توانائی سے ہمکنار نہیں کرسکتا۔

مگر تاریخ کا ہر طالب علم اور ادراک و شعور کی معمولی شد بد رکھنے والا ہر شخص اس تابندہ حقیقت پر شاہد عدل کی حیثیت رکھتا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شفقت بھرے انداز اور کتاب و حکمت سے آراستہ داعیانہ مساعی اور قدم بقدم آسمانی ہدایت و راہنمائی کے تحت چلنے والے قائد کی فکری اور عملی قیادت نے عالم انسانیت کو اس حالت نزع سے نجات دلائی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایسے ہزاروں قافلے ترتیب دے دیئے، جو ملک ملک پھرے، گھومے اور انہوں نے چند سال کی محنت سے سارے عالم انسانی کو ایسی صحت و توانائی عطا کی کہ ابتدائے آفرینش سے اب تک کے لاکھوں مصلحین جس منزل عروج و ارتقاء کو حاصل نہ کرپائے وہ منزل اب زیر قدم تھی اور ملائکہ آسمان سے جھانک کر جب کرۂ ارض کے بسنے والوں کے حالات کا مشاہدہ کرتے تو پکار اٹھتے تھے کہ جو کام انسانی دنیا کے اس کل سرسبد کے ذمہ لگایا گیا تھا، فی الواقعہ یہ اسی کا حصہ تھا اور اسی کے ہاتھوں اس کی تکمیل ممکن تھی اور واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قائدانہ کاوشوں کے مطالعہ ہی سے اس دعائے ابراہیمی کی حقیقی لم قلب و ذہن کی آسودگی کا باعث بنتی ہے جو آپ نے تعمیر کعبہ کے وقت ان الفاظ میں کی تھی:

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔" (البقرہ:۱۲۹)

ترجمہ: "اے معبود برحق! ان میں انہی میں سے وہ رسول برپا فرما جو ان پر تیری آیات کی تلاوت اور اعمال کی تطہیر کا فرض انجام دے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے کر انہیں کائنات انسانی کا معلم بنائے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلۂ انسانیت کی فکری، علمی اور عملی قیادت کس طرح فرمائی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کی خصوصیات و امتیازات کیا تھے، اس بحر ناپیدا کنار کی غواصی تو شاید کسی سے بھی ممکن نہ ہو، البتہ چند اشارات اس جانب کئے جاسکتے ہیں تاکہ ہم اپنے لئے راہنمائی کا سامان میسر کریں اور اپنی بگڑی کو بنانے کے لئے جو کچھ بن پڑے، کر گزریں۔

سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عظیم الشان کام کے مرحلۂ آغاز سے تکمیل تک، جس چیز کو غالباً سب سے زیادہ اہمیت دی ہے وہ یہ ہے کہ دنیوی قائدین و مصلحین، جن نعروں اور تعصبات کو بنیاد کار بنایا کرتے تھے، آپ نے نہ صرف یہ کہ ان کا سہارا نہیں لیا بلکہ انہیں بیخ و بن سے اکھاڑا۔ آپ نے قومیت، وطنیت، نسل، زبان، رنگ اور اسی قسم کے ان تمام بتوں کو پاش پاش کر دیا جس کے باعث خدا کی مخلوق باہم متصادم اور متحارب گروہوں میں تقسیم ہوچکی تھی اور ہر ایک دوسرے کے درپے آزار تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام تعصبات کو جاہلی تعصبات قرار دیا اور انسانوں کو خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کے کلمۂ جامعہ پر متحد کرنے کی جس جدوجہد کا آغاز فرمایا اور سیاہ سپید، عربی و عجمی، مغربی اور مشرقی سب ہی کو مخاطب کر کے فرمایا:

"کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر، کسی بھی نوع کی فوقیت حاصل نہیں۔ اعزاز و اکرام صرف اسی کا کیا جائے گا جو اپنے رب کا مطیع، معاملات میں صاف ستھرا اور خلق خدا کے ساتھ عدل و مروت اور احسان کرنے میں ممتاز ہو۔"

یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد و اعلان تھا۔ آیئے اہم عمل و کردار کی ضیاء پاشیوں سے مستفید ہوں:

خاندان قریش کی ایک عورت جس کا نام حسن اتفاق سے سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نام پر فاطمہ تھا، چوری کرتی ہے۔ خاندان بڑی عزت تکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، قبیلے کے سربرآوردہ حضرات نے خواہش کی کہ ان کے خاندان کی عورت اس رسوا کن سزا سے محفوظ رہے جو شریعت اسلامی نے ہاتھ کاٹنے کی صورت میں چور کے لئے مقرر فرمائی ہے۔ دربار رسالت کے محبوب خاص اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سفارش کرائی گئی۔ اس پر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اسامہ! کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کی جرأت کررہے ہو؟ بنی اسرائیل کی تباہی کا سبب یہی ہوا کہ جب ان میں کوئی معزز شخص جرم کا ارتکاب کرتا تو اس پر حد جاری کرنے اور اسے سزا دینے سے گریز کیا جاتا اور جب غریب اور بے زور عوام سے وہی جرم سرزد ہوتا تو اسے سزا دی

جاتی، خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمدؐ چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے گا....."

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا واقعہ ہے، ایک موقع پر آپ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے ہیں، گرد و پیش مال وصول کرنے والوں کا ہجوم ہے، ایک شخص آتا ہے اور منہ کے بل آپ پر گر جاتا ہے، دستِ مبارک میں ہلکی سی چھڑی کا سرا اس کے منہ پر لگا اور خراش سی آگئی۔ فوراً فرمایا: "مجھ سے انتقام لے لو۔" اس نے عرض کیا اللہ کے رسول: "میں نے معاف کیا۔" (ابوداؤد، باب القود بغیر حدید)

نسل و نسب کا یہ بت ہمیشہ قائدین و مصلحین اور بالخصوص سیاسی اثر و اقتدار رکھنے والوں کا کڑا امتحان ثابت ہوتا رہا ہے، مگر ہم اس ہادی و قائد کو یوں دیکھتے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال اور اقربا کو جمع کرتے اور ان سے فرماتے ہیں:

"یا آل محمد لیأتینی الناس باعمالھم وتاتون بانسابکم اعملوا فانی لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً"۔

ترجمہ: "آلِ محمد کے افراد! ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ تو میدان محشر میں زادِ عمل لے کر آئیں اور تم صرف اپنے حسب نسب ہی کا سہارا لئے وہاں آؤ، دیکھو خوب، خوب عمل کرو اور آگاہ رہو کہ اگر خدا کی گرفت ہوئی تو میں ذرہ برابر تمہارے کام نہیں آسکوں گا۔"

اور تو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لختِ جگر سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے فرماتے ہیں:

"یا فاطمۃ بنت محمد اعملی فانی لا اغنی..... عنک من اللہ شیئاً۔"

ترجمہ: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ! عمل پر متوجہ رہو اور یاد رکھو کہ میں خدا کے ہاں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔"

یہ بات زبان زدِ خاص و عام ہے کہ عام قائدین اقربا نوازی میں کمزور ثابت ہوتے ہیں اور بالعموم مصلحین کے اپنے گھر اور اعزہ و اقارب ہی اصلاح سے مستفید نہیں ہوتے۔ یہ دونوں شکایتیں نادرست نہیں ہیں، لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ آپ سے جو جتنا قریب ہے، اتنا ہی اس کا نفس بشری آلائشوں سے پاک اور طہارت و تقویٰ کا مظہر ہے۔ آپ کے اہل بیت، آپ کی آل و اولاد، آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین ان سب کا حال یہ ہے کہ ہر شخص حضورؐ سے قرب و تعلق کے معیار پر ہی تزکیۂ نفس اور باطنی پاکیزگی کا مظہر ہے، یہ کیوں؟ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کا اولین اصول یہ تھا کہ انسانوں کے مابین تقدیم و تاخیر اور احترام و اکرام کا معیار نسل و نسب نہیں، ایمان و اخلاق اور فکر و عمل کی پاکیزگی ہے۔ یہاں بلال حبشیؓ کو معراج میں رفاقت عطا ہوتی ہے اور ابو جہل کو راندہ درگاہ قرار دیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد و عمل ایک ہی تھا:

"من أبطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ"...

جس کے عمل نے اسے پیچھے دھکیل دیا، اس کا نسب اسے آگے لاکھڑا نہیں کرسکتا.....

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادتِ عظمیٰ کا دوسرا امتیازی پہلو یہ ہے کہ آپ اپنے رب کی جانب سے جو اصول، افکار، عقائد و شریعت لے کر آئے تھے۔ آپ کی راہ میں مشکلات کے ناقابل عبور پہاڑ آئے، آپ پر بے پناہ مظالم توڑے گئے، ناقابل تصور مظالم کا ہدف آپ کو بنایا گیا اور اپنوں بیگانوں سب ہی نے ان اصول و نظریات کی بنا پر آپ سے دشمنی مول لی، لیکن آپ از اول تا آخر وہ تقدمت ثابت ہوئے۔ آپ چٹان تھے، طغیانی کی ہزاروں لہریں آئیں مگر اپنا سا منہ لے کر واپس لوٹ گئیں۔ طوفان کے کھوں تھپیڑوں نے آپ کی توجہ کار نبوت سے ہٹانا چاہی مگر ایک لمحہ کے لئے بھی آپ نے قلب و نظر سے اپنے مشن کو اوجھل نہ ہونے دیا اور یہ تو آپ بار ہا سُن چکے کہ جب بھی آپ سے مطالبہ کیا گیا کہ آپ اپنے مخالفین سے سمجھوتہ کر لیجئے اور اپنے پیش کردہ اصولوں میں کوئی ترمیم یا لچک پیدا کر دیجئے تو آپ نے اس پر غور کرنے تک کو گوارا نہیں فرمایا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے محبوب چچا ابوطالب کے ہاں مکہ معظمہ کے رؤسا مجمع ہیں اور ان سے ان کی خاندانی اور ذاتی عظمت کا واسطہ دے کر عرض کر رہے ہیں کہ ہمارے اور اپنے بھتیجے کے مابین کوئی ایسی مصالحت کروا دیجئے جس سے ہم اور آپ اطمینان سے رہ سکیں۔ اثنائے گفتگو مشرکین مکہ نے یہاں تک پیشکش کی کہ ہم آپ کو عرب کا فرمانروا تسلیم کر لیتے ہیں اور اقتدار کی باگ ڈور بلا شرکت غیرے آپ کے ہاتھ میں تھما دیتے ہیں، بشرطیکہ آپ اپنے اصولوں میں کوئی ترمیم یا لچک گوارا کریں تو ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترک ھذا الامر ما ترکتہ حتی یظھرہ اللہ او اھلک دونہ"

ترجمہ: "خدا کی قسم! اگر یہ لوگ سورج میرے داہنے ہاتھ پر اور چاند بائیں ہاتھ پر لا کر رکھ دیں اور مجھ سے یہ مطالبہ کریں کہ میں اس کار نبوت اور اس سعی اصلاح کو چھوڑ دوں تو میں ہرگز اسے نہیں چھوڑوں گا، تا آنکہ یا تو اللہ تعالیٰ اس دعوت حق و اصلاح کو غالب فرما دے یا میں اس کے کام آجاؤں۔"

(جاری ہے)

اسلام اور مسلمانوں کا دفاع

علماء و قائدین کی اہم ذمہ داری

مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی

ہر زمانہ میں حالات اور وقت کے تقاضے کے مطابق اسلامی خدمات کے طریقے الگ الگ رہے ہیں اور علماء اسلام کی ذمہ داریاں بھی بدلتی رہیں ہیں، آج کے اس دور میں غیر مسلموں کے ذہن میں اسلام کی اثر پذیری، اس کی قائدانہ صلاحیت اور نوع انسانی کی فلاح و بہبودی کے لئے اس کے اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کے بارے میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہوگئے ہیں یا کر دیئے گئے ہیں اور اسلام کو سمجھنے کی راہ میں شکوک و شبہات کی یہ دیوار جب تک حائل ہے نفاذ اسلام کی کوششیں جو مختلف اسلامی تحریکوں اور جماعتوں کی طرف سے ہورہی ہیں بار آور نہیں ہوسکتی ہیں۔ اس لئے عالم اسلام کی سب سے اہم ذمہ داری آج یہ ہے کہ وہ ان شکوک و شبہات کو دور کرے جو غیر مسلموں کے ذہن میں راہ پاگئے ہیں۔

آج اسلام دشمن عناصر کی کثرت ہے جو سیاسی اور مادی قوتوں سے لبریز اور ابلاغ و ارسال کے وسائل سے لیس ہے، علاقائی اور قومی صحافت سے لے کر بین الاقوامی پریس تک پر وہ اپنا تسلط جمائے ہوئے ہیں اور مختلف قسم کی پروپیگنڈائی مشنریاں ان کے ماتحت ہیں، عالمی سیاست پر اثر انداز ہونے کے جتنے بھی ذرائع ہوسکتے ہیں وہ ان سے کام لے رہے ہیں اور ان سب کے لئے بنیادی چیز جو دولت ہے ان کے پاس اس کی بھی فراوانی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب وہ اسلام اور مسلمانوں کے کارناموں پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں یا اسلام کے خلاف گمراہ کن خیالات کو عام کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کے بارے میں تشکیک وارتیاب کی کیفیت لوگوں کے ذہن میں پیدا کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس میں پورے طور پر کامیاب ہوتے ہیں، یہ ایک فطری بات ہے کہ جب انسان کے سامنے بار بار کوئی بات دہرائی جائے اور مختلف اسلوب اور مختلف انداز میں کسی مذہب یا کسی قوم یا کسی نظریہ کے بارے میں کہا جائے کہ وہ انسانیت کے لئے تباہ کن ہے، وہی نوع انسان کو ذلت و پستی کے مہیب غار کی طرف لے جاتا ہے تو لوگ نہ صرف یہ کہ اس مذہب کو قبول کرنے سے گریز کریں گے بلکہ اس مذہب اور مذہب کے پیروؤں کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے وہ کبھی اس بات کو گوارا نہیں کریں گے کہ دنیا میں اس کا نفاذ ہوسکے اور مسلم و غیر مسلم سب ہی اس کے ظالمانہ قانون کے شکنجے میں آجائیں۔

مغربی ممالک کے لوگوں کے سامنے اسلام کا ایسا ہی نقشہ پیش کیا جاتا ہے اور اسلام کے بارے میں یہی تھیوری (Theory) ان کے سامنے بار بار دہرائی جاتی ہے، وہ اسلام کے بارے میں وہی پڑھتے اور جانتے ہیں جو اسلام دشمنوں کی طرف سے اسلام کے بارے میں لکھا جاتا ہے، جس کے لکھنے والے یا تو اسلام سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں یا جان بوجھ کر اسلام کے خلاف افترا پردازی کرتے ہیں اور مغربی ذرائع ابلاغ اسلام کے خلاف ان بہتان تراشیوں کی تبلیغ بڑے زور و شور کے ساتھ کرتے ہیں اور لوگ ان کو تسلیم بھی کر لیتے ہیں، اس لئے کہ مغربی یا مشرقی ممالک میں غیر مسلموں کو جن مسلمانوں سے سابقہ پڑتا ہے ان کے کردار سے اسلام کا روشن پہلو ان کے سامنے نہیں آپاتا ہے اور خود اسلامی ممالک میں مسلمانوں کا معاشرتی نظام اس قدر بگڑ چکا ہے کہ ایک اجنبی شخص اس کے بارے میں اچھا تصور قائم نہیں کرسکتا ہے، ایسی صورت حال میں کیا غیر مسلموں سے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے بارے میں اچھی رائے قائم کریں گے اور اسلام کی اعلیٰ تعلیمات سے متاثر ہوں گے؟ جب اسلامی نظریات سے وہ مطمئن نہیں ہوں گے اور اسلام قیادت کے منصب پر فائز ہونا چاہے گا تو ظاہر ہے وہ مخالفت پر اتر آئیں گے اور کبھی یہ نہیں چاہیں گے کہ جس نظریہ کو وہ پسند نہیں کرتے ہیں زبردستی وہ ان پر تھوپا جائے۔

مسلمانوں کی سماجی، اخلاقی اور دینی اصلاح کے لئے یقیناً مختلف انداز میں کچھ کوششیں ہورہی ہیں اور کسی حد تک پاکیزہ اسلامی صحافت بھی، صحیح اسلامی معاشرہ کی تشکیل اور غیر مسلموں کے ذہن سے شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لئے حتی الوسع کوششیں کررہی ہے، لیکن اس سمندر میں اس کی بساط ہی کیا ہے، خود مسلمانوں کے اندر بھی اس کا دائرہ بہت محدود ہے اور غیر مسلموں میں تو دور دور اس کی آواز ہی نہیں جاتی ہے، دوسری طرف اسلامی تحریکیں اور جماعتیں ہیں جو اسلام کی عظمت رفتہ کی بازیابی

کے لئے اپنی مخصوص حکمت عملی کے تحت کام کررہی ہیں، جو فائدہ سے خالی نہیں ہے اور زندگی کے کسی نہ کسی دائرہ میں اس کی تاثیر محسوس کی جارہی ہے، لیکن تحریکوں کی سرگرمیوں کے سامنے یہ ایک سوالیہ نشان ہے کہ وہ موجودہ پُرفریب رجحانات سے متاثر زندگی پر کس حد تک اثر ڈال رہے ہیں؟ ان کی کوششوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی حکمت عملی محض غیر مسلموں یا صرف نام کے مسلمانوں کے ہاتھوں سے اقتدار چھین لیا جائے یا ان کو اقتدار سے خود دست کش ہونے پر مجبور کردیا جائے، لیکن کیا ان اسلامی رہنماؤں کو اس کی توقع ہے کہ وہ اپنے دشمن کو اس کے لئے رام کرلیں گے اور ان کے دشمن آسانی کے ساتھ اپنی ساری قوت وسطوت کے باوجود ان کے سامنے سپر ڈال دیں گے جبکہ قوت وتدبیر میں وہ ان اسلام پسندوں سے فائق ہیں، اسلامی فکر اور اصحاب فکر کو سخت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور گمراہ کن مغربی ذرائع ابلاغ نے عوام الناس کے ایک بڑے طبقہ کو ان کا ہم خیال بنادیا ہے اور خود جدید تعلیم یافتہ مسلم طبقہ اسلامی فکر اور اصحاب فکر کو اپنی تنقید کا نشانہ بنانے میں ان کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔

ایسی صورت حال میں ہم اپنے مقصد میں کیسے کامیاب ہوسکتے ہیں جبکہ داخلی وخارجی دونوں طرح کے دشمنوں سے ہم گھرے ہوئے ہیں اور اگر کسی ملک یا شہر میں اس طرح کی کوئی تحریک کسی طرح اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوگئی اور اسلام مخالف طاقتوں کو قیادت سے ہٹا کر اس پر غالب ہوگئی تو کیا وہ اس ملک یا سماج کو صحیح اسلامی خطوط پر تشکیل کرنے اور اس کی ہیئت انتظامیہ اور عامہ میں دور رس تبدیلی لانے میں بھی کامیاب ہوجائیں گی اور اس کام کے لئے جس اخلاص اور اہلیت کی ضرورت ہے اس کے حامل ضرورت کے مطابق اصحاب کمال لوگ انہیں میسر ہوجائیں گے؟ جب تک ایسے مخلصین نہ ہوں اور جماعت کے اندر عوام کے ذہنوں کو بدلنے کی صلاحیت نہ ہو اس وقت تک صرف قیادت میں تبدیلی لانے میں کوئی بڑا اور دور رس فائدہ نہیں ہے، بلکہ آج کی اولین ضرورت یہ ہے کہ اسلام کی نافعیت کے بارے میں رائے عامہ کو ہموار کیا جائے، اسلام کی صلاحیت اور اس کی معنویت کو دنیا کے سامنے منوانے کی کوشش کی جائے۔

اس خیال کو دور کیا جائے کہ اسلام انسانیت کی نہیں، وحشت وبربریت کی تعلیم دیتا ہے اور اس کی کامیابی انسانیت کے لئے موت ہے، کیونکہ اسلام دشمن عناصر اسلام کو بدنام کرنے اور اس کو ناکام ثابت کرنے کے لئے اس قسم کے خیالات کی ترویج و اشاعت میں اپنی ساری توانائی صرف کررہے ہیں اور اپنے گمراہ کن خیالات کی تائید میں مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کے معاملات اور ان غلط اعمال وافعال کو بطور دلیل کے پیش کرتی ہیں، دوسری طرف مسلمانوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے فضائل اور اس کے اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کی ترویج و اشاعت میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لے رہے ہیں، اس کی حقانیت، قائدانہ صلاحیت اور اس کو انسانیت کے لئے رحمت ثابت کرنے کے لئے کوشش نہیں کررہے ہیں اور نہ علم، تہذیب، تمدن، سیاست، حکومت اور اخلاق کردار کے میدانوں میں اس کے متبعین کے روشن کارناموں کو اس طرح پیش کیا جو ان کا حق تھا بلکہ بسا اوقات ان کے غیر مسلم پڑوسی ان کے مذہب کے فضائل اور اخلاقی تعلیمات سے باوجود قریب ہونے کے بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔

مغربی ممالک میں بسنے والے غیر مسلم لوگ ہم مسلمانوں، خصوصاً عربوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ رجعیت پرست اور وحشی ہوتے ہیں، جن کی زندگی کا مقصد صرف زیادہ سے زیادہ شادیاں کرنا اور طلاق دینا ہے، عورتوں پر ظلم ڈھانا، ان کو انسانی حقوق سے محروم کرنا ان کا طرۂ امتیاز ہے، خونریزی ان کا محبوب مشغلہ ہے، لیکن تعلیم یافتہ مسلمان اور اہل ثروت عرب بجائے اس کے کہ ان کی اس غلط فہمی کا دور کریں، مغربی صحافت کے ان پروپیگنڈوں کو بے بنیاد ثابت کریں، وہ مغربی مفکرین اور مغربی اہل قلم کے خیالات وافکار پر فریفتہ ہوتے رہے ہیں، وہ انہیں اپنا اتالیق تسلیم کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ان کو اخلاص اور انسانیت کا کامل نمونہ تصور کرتے ہیں، ایک طرف یورپ مسلمانوں کی تذلیل وتوہین میں کوئی کسر باقی نہیں رکھ رہا ہے اور دوسری طرف یہ سادہ لوح مسلمان یورپ کی منڈیوں میں اپنے پیسے بے دریغ صرف

امانت الٰہی اور خاک کا پتلا

بزم کائنات اپنی ساری دلفریب زینتوں اور دلکش آرائشوں کے ساتھ سج چکی، طلسم خانۂ فطرت اپنی تمام ندرتوں اور نیرنگیوں کے ساتھ تیار ہوچکا، نگارخانۂ موجودات کا ایک ایک نقش آب ورنگ کی جگمگاہٹ سے چمک اٹھا، اس وقت "ماکان ومایکون" کا سب سے زیادہ بے بہا، سب سے زیادہ عزیز الوجود گوہر "امانت الٰہی" کے نام سے کثرت کے بازار میں پیش ہوا اور وحدت کے خلوت کدہ سے آواز آئی کہ: ہے کوئی اس گوہر شرف کا حامل بن سکے؟ عالم ملکوت میں سناٹا چھا گیا، عالم ناسوت پر لرزہ پڑ گیا، پہاڑ تھرتھرائے، سمندر کی موجیں رک گئیں، ماہتاب ماند پڑ گیا، آفتاب کی ہمت نے جواب دے دیا، اونچے آسمانوں نے اپنے دوش ناتواں کو اس کا اہل نہ پاکر آنکھیں نیچی کرلیں، پھیلی ہوئی زمین اپنے عجز ودرماندگی کے احساس سے سمٹ کر رہ گئی، اس وقت ضعیف وناتواں، کمزور وحقیر، ظلوم وجہول، خاک کا پتلا آگے بڑھا اور اپنی ہمت کے بازوؤں کو پھیلا کر یہ بار عظیم اپنے سر لے لیا۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

کرکے اس کی معیشت کو مستحکم کررہے ہیں، چھٹیوں میں بڑی تعداد میں عرب نوجوان یورپ کے شہروں کا رخ کرتے ہیں اور اپنے ملک کا پیسہ پانی کی طرف وہاں بہاتے ہیں، برطانیہ اور بہت سے مغربی ممالک کی اقتصادی ترقی میں ان زائرین نے نمایاں کردار ادا کیا ہے، حالانکہ اسی مغرب نے اپنی سامراجی سیاست کی وجہ سے عربوں کے امن وسکون کو چھین لیا ہے، عالم عرب کے قلب میں یہودی ریاست قائم کرکے دائمی جنگ وجدال کا بیج بودیا ہے، اسی طرح برصغیر کے غیر مسلموں کے ذہنوں کو اسلام کے خلاف خوب مسموم کیا جاچکا ہے ان کو یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ مسلمان گندے اور ناپاک ہوتے ہیں، عورتوں کے حقوق پامال کرتے ہیں اور ان پر ظلم کرتے ہیں، حالانکہ ایک معمولی واقفیت رکھنے والا شخص بھی اس بات کو سمجھتا ہے کہ نجاست اور طہارت کے سلسلہ میں دونوں کے طرز عمل میں کیا فرق ہے، عورتوں کے ساتھ کس کے یہاں کیا سلوک ہوتا ہے؟ اس ذہنیت کے بدلنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ مسلمانوں نے ہندوستان پر سات صدی تک حکومت کی، لیکن غیر مسلم ان سات صدیوں کے بارے میں کیا جانتے ہیں یہ کہ یہ دور قتل وغارت گری اور ظلم واستبداد کا دور ہے جس میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو ڈھایا گیا اور ان پر مسجد کی تعمیر کی گئی، اس غلط فہمی اور بدگمانی کو ختم کرنے کی ذمہ داری کس کی ہے؟ کیا تعلیم یافتہ مسلمان اس کے مکلف نہیں ہیں کہ غیر مسلموں کے ذہن سے ان شکوک وشبہات کو دور کریں، پوری دنیا میں اسلام دشمن صحافت، اسلام کے خلاف جو زہر اگل رہی ہے اس کا تریاق فراہم کریں، ان کے پروپیگنڈوں کو بے بنیاد ثابت کریں، لیکن افسوس کہ اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کا یہ اہم مورچہ اسلام کے بلند ہمت سپاہیوں سے خالی ہے۔ ☆☆

علم کے نام پر ''الحاد'' کی گرم بازاری

دین، انسان کی ایک فطری ضرورت ہے اور صرف دین ہی نہیں بلکہ ''دین سلام'' انسان کے لئے ضروری ہے، کیونکہ وہ اس دنیا میں کیوں آیا؟ دنیا میں کیسے آیا؟ دنیا میں کیا کرنا ہے؟ اس کو کس نے پیدا کیا؟ کیسے پیدا کیا؟ اس کا دنیا میں مقام کیا ہے؟ دنیوی زندگی کیسے گزارے؟ صرف دنیا ہی سب کچھ ہے یا اس دنیا کے بعد بھی کچھ ہوگا؟ موت کے بعد کیا ہوگا؟ اچھائی کا انجام کیا ہوگا؟ اور بُرائی کی سزا کیا ہوگی؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جوابات نہ عقل سے ممکن ہیں، نہ حواس سے ممکن، نہ تجربہ سے ممکن ہیں، نہ مشاہدہ سے ممکن، ان کے تشفی بخش جوابات صرف اور صرف ''وحی الٰہی'' کی روشنی میں ممکن ہیں اور آخری ''وحی الٰہی'' خاتم الانبیاء والمرسلین، احمد مصطفی، محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی مکمل حفاظت کی۔ لہٰذا اسلام صرف مسلمان کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ساری دنیا کے انسانوں کی ضرورت ہے۔

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ دنیا کا کوئی قانون اور کوئی حکمت وفلسفہ انسان کو بُرائی سے نہیں روک سکا، انسان کو اگر ہر طرح کی بُرائی سے کوئی چیز روک سکتی ہے تو وہ ہے اللہ کے روبرو جواب دہی کی فکر اور اپنی اس دنیاوی زندگی کے بعد قیامت کے دن حساب اور اس پر جزا اور سزا کے ترتیب کا عقیدہ اور تصور، جیسا کہ آپ حضرات صحابہ کرامؓ کی سیرتوں کے مطالعہ سے معلوم کرسکتے ہیں، یہی نہیں بلکہ آج بھی دنیا میں جو جرائم پیشہ لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہوتے ہیں، یکایک ان میں تبدیلی آجاتی ہے کیوں؟ اس لئے کہ ایمان کے بعد آخرت کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔

جناب مختار فاروقی صاحب نے بالکل درست کہا ہے:

''آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مغرب کے بے خدا علم (جو علم نہیں فن اور ہنر ہے) اور خدا بیزار فلسفہ نے اپنی چکا چوند تہذیب کے ذریعہ جو تباہی انسانی اور اخلاقی سطح پر مچا رکھی ہے، اس کو جتنا ممکن ہو، جس سے ممکن ہو، جہاں جہاں ممکن ہو اور جس جس ذریعہ سے ممکن ہو اس کو عام کردیا جائے تاکہ اس علم کی تباہ کاریوں کے احساس کے نتیجہ میں اپنے خسارہ اور اخلاقی بحران کا احساس ہوتا چلا جائے، یہی آج کی ضرورت ہے۔''

(حکمت بالغہ ص:۴، حقیقت علم نمبر)

ابھی چند دنوں پہلے کی بات ہے۔ عربی کی ایک مشہور ومقبول اسلامی ویب سائٹ ''الالوکہ'' www.alukah.com سے ایک مضمون موصول ہوا، جس میں کسی امریکی ادارہ کی جانب سے دنیا بھر میں کئے گئے ایک ایسے سروے کی رپورٹ تھی جس میں یہ تناسب نکالا گیا تھا کہ دنیا میں کس مذہب کے ماننے والوں کا کتنا تناسب ہے؟ اور الحاد، دہریت اور لادینیت کا نظریہ رکھنے والے کتنے ہیں؟ تو اس میں بتایا گیا کہ اس وقت دنیا میں ملحدین اور دہریہ لوگوں کا تناسب ۱۶ فیصد اور جن کی تعداد ایک سو بیس کروڑ ہوتی ہے، عیسائیت کے ماننے والوں ۳۱.۵ فیصد یعنی ۲۲۰ کروڑ اور اسلام کے ماننے والوں ۲۳ فیصد ۱۶۰ کروڑ، یہودیوں کا تناسب ۲.۰ تعداد ۱۴ ملین، اس کے بعد ہندو، بودھا اور دیگر مذاہب کے ماننے والے تقریباً ۳۰ فیصد ہیں۔

مزید تفصیل میں لکھا ہے کہ سب سے زیادہ ملحد ''چین'' میں ہیں، اس کے بعد فرانس میں، اس کے بعد امریکا میں، اس کے بعد جاپان میں۔

(للاذنبيين ثالث اكبر فئة في العالم بعد المسيحية والاسلام)

مولانا محمد حذیفہ وستانوی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کا عقیدہ

مولانا غلام رسول دین پوری

حضور رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، قائد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو دین اسلام دے کر بھیجا وہ دین اسلام ان عقائد عبادات اور اعمال کا نام ہے جو آپ کے مبارک زمانہ سے نقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں۔ ان عقائد و عبادات و اعمال کو ’’ضروریات دین‘‘ بھی کہتے ہیں۔

’’ضروریات دین‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ وہ معروف و مشہور باتیں جن کو عام مسلمان بھی جانتے اور سمجھتے ہوں۔ ایک آدمی کے سچا اور پکا مسلمان ہونے کے لئے ان امور کو ماننا لازمی اور ضروری ہے۔

پھر ’’ضروریات دین‘‘ کیا کیا چیزیں ہیں؟ ان کی فہرست تو بہت ہی طویل ہے۔ ان میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی اور رسول ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا اور قیامت کے قریب ان کا نزول، حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کا قرب قیامت میں ظہور وغیرہ ہیں۔ ان امور میں سے کسی ایک کا بھی کوئی آدمی اگر انکار کردے تو وہ اسی طرح کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے جس طرح قرآن پاک کی کسی ایک آیت کا منکر۔ اس لئے اس مضمون میں ان ’’ضروریات دین‘‘ میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات درفع اور قرب قیامت میں ان کا نزول ذکر کیا جاتا ہے، کیونکہ اس زمانہ میں جہاں اور بہت سے دینی حقائق کا انکار کیا جارہا ہے تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کا انکار بھی پھیلایا جارہا ہے اور ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا جارہا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ نیز ان انکار کرنے والوں کو ’’فتنہ قادیانیت‘‘ کہا جاتا ہے۔ ’’فتنہ قادیانیت‘‘ کے علمبرداروں کو ’’مرزائی اور قادیانی‘‘ کے لقب سے دنیا جانتی ہے۔ ان کا گرو مرزا غلام احمد قادیانی ہے جو قادیان ضلع گورداس پور کا رہنے والا تھا۔ اس لئے اس کے پیروکاروں کو اس گرو کی طرف نسبت کرکے ’’مرزائی اور قادیانی‘‘ کہا جاتا ہے۔ یہ ’’مرزائی اور قادیانی‘‘ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام فوت ہوگئے ہیں اور قرآن وحدیث میں جس ’’مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام‘‘ کے آنے کا ذکر ہے اس سے مراد ’’مرزا غلام احمد قادیانی‘‘ ہے اور وہ آچکا ہے کوئی اور مسیح نہیں آئے گا کہ جس کا آنا مانا جائے۔ اب ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ دیکھنا اور سمجھنا چاہتے ہیں کہ وہ مسیح کون ہے؟

آیا وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہے یا مرزا غلام احمد قادیانی؟

اور وہ مسیح فوت ہوچکا ہے یا زندہ ہے؟

اور وہ مسیح آچکا ہے یا آئے گا؟

آغاز بحث:

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے متعلق امت مسلمہ کا عقیدہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔

۱:... حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آسمان پر اٹھالئے گئے۔

۲:... حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آسمان پر زندہ ہیں۔

۳:... قرب قیامت میں دجال کو قتل کرنے کے لئے تشریف لائیں گے۔

یہ تینوں باتیں ایک دوسرے کو لازم ہیں، اسی لئے قرآن وحدیث میں اور اکابرین کی وضاحتوں میں کہیں آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے اور کہیں وہاں زندہ رہنے اور آخری زمانے میں واپس دنیا میں آنے کا ذکر ہے۔

مسیح کا نام:

اب سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسیح کا نام کیا تھا؟ تو قرآن مجید فرقان حمید نے بتایا:

’’اسمه المسیح عیسیٰ ابن مریم۔‘‘ (آل عمران:۴۵)

ترجمہ: ’’اس کا نام مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا ہے۔‘‘

دیکھئے! قرآن پاک نے آنے والے مسیح کا نام مبارک یہ بتایا کہ ان کا نام ’’عیسیٰ علیہ السلام‘‘ ہے اور ان کی ماں کا نام ’’مریم علیہا السلام‘‘ ہے، جب کہ قادیانیوں کے لاٹ پادری اور گرو کا نام ’’غلام احمد‘‘ ہے۔

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے شجرہ نسب میں اپنا نام یہی بتلایا ہے کہ میرا نام ’’غلام احمد ابن مرزا غلام مرتضیٰ‘‘ ہے۔

(کتاب البریہ ص۱۴۴، حاشیہ خزائن ج:۱۳ ص:۱۶۲)

اور دوسری جگہ لکھا کہ: ”میرا کشفی نام: غلام احمد قادیانی“ ہے۔

(ازالہ اوہام ص:۱۸۵، خزائن ج:۳ ص:۱۹۰)

اور مرزا قادیانی کی ماں کا نام ”چراغ بی بی“ ہے۔ چنانچہ ”مرزا غلام احمد قادیانی“ کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے:

”خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہماری دادی صاحبہ یعنی حضرت مسیح موعود کی والدہ صاحبہ کا نام چراغ بی بی تھا۔“

(سیرت المہدی حصہ اول ص:۸، روایت نمبر۱۰)

مرزا قادیانی کی انہی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ”مرزا غلام احمد قادیانی“ آنے والا مسیح نہیں کیونکہ قرآن پاک نے آنے والے مسیح کا نام مبارک ”عیسیٰ علیہ السلام“ اور ان کی ماں کا نام ”مریم علیہا السلام“ بتایا ہے، جب کہ مرزا کا نام ”غلام احمد“ اور اس کی ماں کا نام ”چراغ بی بی“ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ”مرزا غلام احمد قادیانی“ جھوٹا ہے اور قرآن پاک کے خلاف دعویٰ مسیحیت کرنے کی وجہ سے کافر ہے، وہ اس طرح کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو ”مسیح عیسیٰ ابن مریم“ کہتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

”خدا تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: ”جعلناک المسیح ابن مریم“ (ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا) ان کو کہہ دے کہ میں عیسیٰ کے قدم پر آیا ہوں۔“ (تذکرہ ص:۱۸۶، طبع سوم)

(ازالہ اوہام ص:۶۳۳، خزائن ج:۳ ص:۴۴۲)

دیکھئے! مرزا قادیانی کس طرح قرآن پاک کے مقابلے میں اپنے آپ کو مسیح بھی کہہ رہا ہے اور مریم کا بیٹا بھی اور ساتھ ہی ”عیسیٰ“ کے قدم پر آنے والا بھی، مرزا اگر مسلمان ہوتا تو اس طرح کا دعویٰ نہ کرتا، کیونکہ کوئی مسلمان اس طرح کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح کیا ہوتا اسے تو کوئی عقل اور سمجھ رکھنے والا آدمی مسلمان بھی نہیں کہہ سکتا۔

عقیدہ حیات مسیح عیسیٰ ابن مریم:

چودہ صدی کے جمیع مسلمانوں کا یہ عقیدہ چلا آرہا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آسمان پر زندہ تشریف فرما ہیں، قرآن و حدیث میں اس پر بیسیوں دلائل موجود ہیں، سمجھنے کے لئے بطور نمونہ کے چند ذکر کئے جاتے ہیں:

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ (آل عمران:۵۴، ۵۵)

ترجمہ: ”اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے، جس وقت کہا اللہ نے: اے عیسیٰ! میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کردوں گا تجھ کو کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں غالب، ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کردوں گا تم میں جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔“ (ترجمہ شیخ الہند ص:۷۲)

تفسیر:

یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی خفیہ سازش کی اور قتل کرنے کی مکمل تدبیر اختیار کی اور حضرت کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ نیز وقت کے بادشاہ کو بھی حضرت کے خلاف بھڑکایا گیا تو بادشاہ نے بھی انہیں حکم کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑو اور صلیب (سولی) پر چڑھادو اور ایسی عبرتناک سزا دو کہ دوسرے لوگ اس کی اتباع سے رک جائیں تو یہود محاصرہ کئے ہوئے انتظار کرتے رہے کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام باہر نکلتے ہیں اور ہم انہیں قتل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ اور یہود کے خلاف تدبیر فرمائی کہ یہود کے ناپاک اور گندے ہاتھوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچنے بھی نہ دیا، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے آسمان پر حفاظت کے ساتھ اٹھالیا۔ یہود کو پتا بھی نہ چلنے دیا، جب کافی دیر گزر گئی تو دیکھا کہ ابھی تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام باہر تشریف نہیں لائے تو اپنا ایک آدمی اندر بھیجا کہ جاؤ اور معلوم کرآؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں باہر نہیں آرہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنادی، جب وہ یہودی باہر آیا تو یہودیوں نے اسے پکڑا قتل کرکے سولی چڑھادیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت فرمائی، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے آسمان پر لے جانا چاہا تو ساتھ ساتھ تسلی بھی دی اور پانچ وعدے بھی فرمائے۔

۱:... ”انی متوفیک“ پہلا وعدہ یہ فرمایا کہ آپ مطمئن رہیں، پریشان نہ ہوں، آپ کو صحیح وسالم اس طرح پورا پورا لے لوں گا کہ ذرا بھی تیرا بال بیکا نہ کرسکیں گے، میں آپ کو اپنی پناہ میں لے لوں گا اور مرزا قادیانی دعویٰ مسیحیت سے پہلے اس کا یہی ترجمہ کرتا رہا۔ چنانچہ اپنی کتاب ”براہین احمدیہ“ میں اس کا ترجمہ یوں لکھا:

”میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔“

(براہین احمدیہ ص:۵۲۰، خزائن ج:۱ ص:۶۲۰)

۲:... ”ورافعک الی“ دوسرا وعدہ یہ فرمایا

کہ اے عیسیٰ تمہیں پورا پورا لے لینے کی صورت یہ ہوگی کہ: ''میں تمہیں اپنی جانب اٹھالوں گا'' جہاں کسی انسان کی رسائی بھی نہیں ہوسکتی۔ جہاں میرے فرشتے رہتے ہیں وہاں تمہیں رکھوں گا، نیز اس میں ''کاف'' خطاب کا ہے اور یہ خطاب جسم اور روح دونوں کو ہے، لہٰذا جسم اور روح دونوں کے اٹھانے کا وعدہ ہے تنہا روح نہیں، جس کا مرزا قادیانی مدعی ہے۔

۳:... ''ومطهرک من الذین کفروا'' تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ: تجھے کافروں سے پاک رکھوں گا'' اس طرح کہ ان کے ناپاک ہاتھ بھی تجھ تک نہیں پہنچنے دوں گا بلکہ کافروں کے گندے اور نجس مجمع سے بالکل پاک اور صاف اٹھالوں گا۔

۴:... ''وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة'' چوتھا وعدہ یہ فرمایا کہ تیرا اتباع کرنے والوں اور تیرا نام لینے والوں کو قرب قیامت تک غالب رکھوں گا۔ بحمداللہ! امت مسلمہ اور نصاریٰ آج تک یہود بے بہبود پر غالب ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک غالب رہیں گے۔

۵:... ''ثم الی مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیه تختلفون'' پانچواں وعدہ یہ فرمایا کہ ایک وقت آئے گا (یعنی قیامت کا دن) کہ آپ کے موافق اور مخالف سب ہی میرے پاس آئیں گے۔ اس وقت میں سب کے جھگڑوں کا دوٹوک فیصلہ کروں گا اور سب اختلافات (جو آج آپ کے قتل اور وفات کے پھیلا رہے ہیں) ختم کردوں گا۔ یہ خلاصۂ تفسیر ہے اس آیت کے تحت امت مسلمہ کے ان تمام مفسرین کی تفسیروں کا جنہوں نے عربی، فارسی، اردو وغیرہ زبانوں میں لکھی ہیں۔ صرف ایک مرزائی وقادیانی ٹولہ ہے جو چودہ صدیوں کے مفسرین سے ہٹ کر اپنی رائے سے اپنا غلط مقصد ثابت کرنے کی خاطر غلط تفسیر کرتا ہے، اس لئے یہ طبقہ جمیع امت مسلمہ اور دیگر منصف مزاج لوگوں کے نزدیک ضال اور مضل (یعنی خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا) فرقہ ہے۔

الحاصل:

ان دونوں آیات سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ صحیح وسالم تشریف فرما ہیں۔ اب ''سورۂ نساء'' کی آیت: ''وما قتلوہ یقینا بل رفعه اللہ الیه'' (اور ان یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقینی بات ہے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا ہے) کو بھی ساتھ ملائیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر بجسد عنصری اٹھایا جانا دو اور دو چار کی طرح اس طور پر نمایاں نظر آتا ہے کہ ان پڑھ آدمی بھی باآسانی سمجھ سکتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے دونوں جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنی طرف اٹھا لینے کی واضح طور پر خبر دے دی۔

''وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ
بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَیَوْمَ الْقِیَامَةِ یَکُوْنُ عَلَیْهِمْ
شَهِیْدًا۔''
(النساء:۱۵۹)

ترجمہ: ''اور جتنے فرقے ہیں اہل کتاب کے سو عیسیٰ علیہ السلام پر یقین لائیں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کا دن ہوگا ان پر گواہ۔''

پہلی دو آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر تھا، اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔ (گویا ابھی آسمان پر زندہ تشریف فرما ہیں) اگرچہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے ان کی نبوت و رسالت کے منکر بھی تھے اور ان کی تکذیب بھی کیا کرتے تھے۔ مگر اب نزول کے بعد ان پر ایمان بھی لے آئیں گے اور ان کی نبوت و رسالت کی تصدیق بھی کریں گے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے، ابھی ان کی وفات نہیں ہوئی، نازل ہونے کے بعد اہل کتاب سب کے سب ان پر ایمان لے آئیں گے، پھر ان کی وفات ہوگی، اسی طرح دوسری آیت میں ہے کہ:

''وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا
وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ وَلَا
یَصُدَّنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝''
(الزخرف:۶۱،۶۲)

ترجمہ: ''اور بے شک وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نشان ہے قیامت کا سو اس میں شک مت کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے اور نہ روک دے تم کو شیطان اس لئے کہ وہ تمہارا دشمن ہے صریح۔''

(جاری ہے)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 32545573

ایک ہفتہ

حضرت شیخ الہندؒ کے دیس میں!

جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے امیر حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کی قیادت میں پاکستان کے علماء ومشائخ کا ایک ۳۰ رکنی وفد ۱۰؍ دسمبر ۲۰۱۳ء کو ''شیخ الہندؒ امن عالم کانفرنس'' میں شرکت کی غرض سے بھارت گیا تھا۔ اس یادگار سفر کی روئیداد اور اپنے مشاہدات وتاثرات وفد کے ایک معزز رکن شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے قلم بند فرمائے ہیں۔ افادۂ عام کی غرض سے ہدیہ قارئین ہیں۔

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

درمیان نومبر ۲۰۱۳ء کی بات ہوگی۔ ایک دن حضرت مولانا عبدالغفور حیدری مدظلہ کے عزیز اور سیکرٹری جناب حاجی نور محمد خان کاکڑ کی کال موصول ہوئی کہ ایک وفد شیخ الہند سیمینار میں شرکت کے لئے جانا ہے۔ اس میں آپ کا نام بھی ہے۔ اپنے شناختی کارڈ کی کاپی بھجوادیں۔ فقیر نے ای میل سے کاپی بھجوادی۔ نہ تو فقیر نے پوچھا کہ وفد کہاں جائے گا؟ داعی کون ہیں؟ فقیر کا نام کس نے تجویز کیا؟ اور یہ خبر بھی نہیں تھی کہ وفد میں کون کون سے حضرات شامل ہیں۔ چند دن گزرے ہوں گے کہ جناب قاری نذیر احمد نے لاہور سے فون پر فرمایا کہ وفد دیوبند جائے گا۔ وہاں امن عالم کانفرنس ہوگی۔ جمعیت علماء ہند داعی ہے۔ پاکستان سے وفد قائد محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ نے ترتیب دیا ہے۔ اس میں فقیر کا بھی نام ہے۔ خوشی ہوئی ایک تو یہ کہ اس بہانے دیوبند کو پہلی بار دیکھنے کا موقع ملے گا اور دوسری یہ کہ فقیر تو قائد محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی شفقتوں کا پہلے بھی اسیر تھا۔ اس کمال ذرہ نوازی نے مزید کمر جھکادی۔

مزید چند روز گزرے ہوں گے کہ کاکڑ صاحب نے فون پر چند معلومات لیں جو انہیں فارم پُر کرنے کے لئے درکار تھیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ اپنا پاسپورٹ بھجوادیں۔ اس کارروائی سے اندازہ ہوا کہ معاملہ آگے بڑھ رہا ہے۔ فقیر دفتر مرکزیہ کی لائبریری میں ضروری کام کررہا تھا کہ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی تشریف لائے۔ ان سے پوری تفصیل عرض کی کہ پہلے تو صرف اطلاعات تھیں۔ اب پیش رفت ہورہی ہے۔ آپ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ سے اجازت طلب کریں۔ وہ فرمائیں تو میں پاسپورٹ بھجوادوں۔ تھوڑی دیر بعد مولانا شجاع آبادی خبر لائے کہ ناظم اعلیٰ صاحب نے منظوری دے دی ہے۔ چنانچہ فقیر نے پاسپورٹ ٹی سی ایس سے بھجوادیا۔ یہ دسمبر ۲۰۱۳ء کے اوائل کی بات ہوگی۔ ایک دن موبائل پر میسج پڑھا کہ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی قیادت باسعادت میں وفد ۱۴؍ دسمبر کی امن عالم کانفرنس دلی میں شریک ہوگا۔ اسی روز یا اگلے روز ایک مختصر خبر بھی اخبار میں پڑھنے کو ملی۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے فون کیا کہ وفد ۱۰؍ دسمبر کو واہگہ کے راستے جائے گا۔ آپ نے ۹؍ دسمبر لاہور آنا ہے۔ ایک پروگرام راوی روڈ جامعہ مدینہ کے قریب میں رکھنا ہے۔ اجازت ہو تو اشتہار چھاپ لیں؟ فقیر نے عرض کیا کہ آپ کو کیسے اطلاع ملی تو انہوں نے قاری نذیر احمد کا فرمایا۔ فقیر نے عرض کیا ۸؍ دسمبر کو پروگرام رکھ لیں۔ ۹؍ دسمبر کو تیاری ۱۰؍ کو روانگی۔

۸؍ دسمبر لاہور حاضر ہوا تو خیر سے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ثانی پشاور کے سفر پر تھے۔ وہ ۹؍ کی فجر سے قبل لوٹے۔ اس دن پتہ چلا کہ ویزا ابھی نہیں لگا۔ ۹، ۱۰؍ دسمبر لاہور میں گزارے۔ ایک آدھ بیان دوستوں نے رکھ لیا۔ ۱۰؍ دسمبر کی شام مولانا قاری نذیر احمد صاحب نے خبر دی کہ ویزے لگ گئے ہیں جو حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حیدری دامت برکاتہم اور جناب نور محمد صاحب کاکڑ لے کر اسلام آباد سے لاہور کے لئے روانہ ہوگئے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک دو دوستوں کے ویزے مسترد ہوگئے۔ اب دل نے دھک دھک شروع کردیا کہ کہیں بجلی، خانۂ غریب پر نہ گری ہو۔ تاہم قاری صاحب نے بتایا کہ دوستی بس سے سیٹیں ہوگئی ہیں۔ ۱۱؍ دسمبر صبح نو بجے لاہور سے بس کے ذریعہ قافلہ روانہ ہوگا۔ اللہ رب العزت بہت جزائے خیر دیں

حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ کے خلیفہ مجاز جناب پیر رضوان نفیس کو وہ ۱۱ دسمبر کی صبح گاڑی لے کر تشریف لائے، سامان رکھا اور چل دیئے۔

فقیر کا سامان زیادہ تو نہ تھا۔ لیکن وزنی تھا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۱ سے ۵۳ تک کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دیوبند کی لائبریری کے لئے تھی۔ جلد ۵۱ سے ۵۳ تک ایک ایک نسخہ احتساب قادیانیت التراث الاسلامی لختم النبوت کی لائبریری کے لئے تھا۔ قومی اسمبلی کی مطبوعہ کارروائی کے چار سیٹ دارالعلوم دیوبند کی لائبریری، کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی لائبریری، مولانا شاہ عالم گورکھپوری اور حیدرآباد دکن، مجلس تحفظ ختم نبوت کی لائبریری کے لئے ہمراہ لئے تھے۔ بیگ میں تین سوٹ۔ تمنا مختصر، مگر تمہید طولانی۔

اراکین وفد کے اسمائے گرامی:

اب لاہور پاک ہندوستی بس کے ٹرمینل پہنچے تو سامنے مولانا زاہد الراشدی گاڑی سے اتر رہے تھے۔ بس ٹرمینل میں داخل ہوئے تو حضرت مولانا امجد خان، حضرت مولانا محمد خان شیرانی، حضرت مولانا عطاء الرحمن صاحب، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اور آپ کے صاحبزادہ مولانا احمد جالندھری، حضرت مولانا عبدالغفور حیدری اور آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد طیب، جناب خان نور محمد خان کاکڑ، مولانا محمود میاں مہتمم جامعہ مدینہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور، مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو، مولانا عبدالواسع ایم این اے، مولانا مفتی عبدالستار سینیٹر، مولانا قمر الدین ایم این اے، مولانا عبدالقیوم ہالیجوی، مولانا گل نصیب خان، حضرت مولانا مفتی امداد اللہ صاحب ناظم تعلیمات جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی، مولانا مفتی گل رحمن پشاور، مولانا حافظ عبدالقیوم نعمانی اور آپ کے صاحبزادہ مولانا ابوبکر صاحب، مولانا سعید یوسف پلندری، آزاد کشمیر، مولانا مفتی مولاداد مستونگ، مولانا محمد شریف ہزاروی اسلام آباد، مولانا مفتی محمد زاہد، ایڈیٹر الجمعیت راولپنڈی، حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا محمد عامر اور دیگر حضرات یکے بعد دیگرے تشریف لاتے رہے۔ کارواں بنتا رہا۔ حضرت مولانا عطاء الرحمن صاحب وفاقی وزیر سیاحت رہ چکے ہیں۔ انہیں خاصہ تجربہ تھا۔ سب کے ٹکٹ کرائے۔ سامان پر اسٹیکر لگے۔ سب نے اپنے اپنے پاسپورٹ لیے اور بس میں سوار ہونے لگے۔ بہت ہی محبت کے جذبات سے مولانا ثانی صاحب، مولانا قاری نذیر احمد، برادر گرامی پیر رضوان نفیس، حضرت قاری جمیل الرحمن سے گلے ملے۔ اجازت لی اور بس پر سوار ہوگئے۔ چند سواریاں اور ہوں گی۔ ورنہ پوری بس وفد کے ارکان پر مشتمل تھی۔

واہگہ بارڈر سے روانگی:

فقیر کو مولانا رشید احمد لدھیانوی نے اپنے ساتھ کی سیٹ پر بٹھالیا۔ خوشی ہوئی کہ مولانا لدھیانوی صاحب پہلے کئی بار اپنے اعزاء سے ملنے کے لئے لدھیانہ جاچکے تھے۔ ان کے تجربات سے فائدہ ہوگا۔ وہ معلومات پہنچاتے رہے۔ فقیر کا بیگ تمام قافلہ والوں سے چھوٹا اور سادہ تھا۔ کتب کے کارٹن وزنی تھے۔ جونہی واہگہ بارڈر پر پاکستانی امیگریشن سے فارغ ہوئے۔ پورا سامان چیک کر کے عملہ نے دوبارہ بس میں رکھ دیا تھا۔ پورا وفد امیگریشن سے فارغ ہو کر دوسری سائیڈ پر لگی بس میں سوار ہونے کے لئے گیا۔ اتنے میں اطلاع ملی کہ میر کاروان اور قائد محترم حضرت مولانا فضل الرحمن بمعہ صاحبزادہ مولانا اسعد محمود صاحب کے اپنی گاڑی پر تشریف لائے ہیں۔ آپ کو پریس والوں نے گھیرلیا۔ آپ نے انہیں خطاب کیا۔ مولانا امجد خان مرکزی سیکرٹری اطلاعات اور مرکزی ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حیدری بھی پریس بریفنگ میں جاکر شریک ہوئے اور پھر حضرت مولانا کی گاڑی بس کے قریب آکر رکی۔ پورے قافلہ کے ارکان نے باری باری آپ سے معانقہ اور مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ پاکستانی امیگریشن کے عملہ نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کے اور صاحبزادہ مولانا اسعد محمود کے پاسپورٹ پر امیگریشن نے مہر لگائی۔ اتنے میں بس میں تمام سواریوں کا سامان رکھا جاچکا تھا۔ فرنٹ سیٹ پر مولانا فضل الرحمن اور مولانا محمد خان شیرانی دوسری طرف مولانا اسعد محمود اپنے چچا حضور مولانا عطاء الرحمن کے ہمراہ بیٹھے اور بس چل دی۔

اٹاری چیک پوسٹ پر استقبال:

پاکستانی چیک پوسٹ کا نام واہگہ ہے۔ اور انڈیا کی چیک پوسٹ کا نام اٹاری ہے۔ درمیان میں بارڈر کی پٹی ہے۔ ہم واہگہ سے اٹاری چیک پوسٹ

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

میں داخل ہوئے۔ چیک پوسٹ کی عمارت کے دروازہ پر بس نے اتارا، انڈین قلی حضرات جو اکثر سردار صاحبان تھے۔ انہوں نے بس سے سامان نکالا۔ چیک پوسٹ پر لائے۔ سامان مشینوں سے گزارا گیا۔ تمام پاسپورٹ ایمگریشن کے عملہ کی میزوں پر جمع ہوگئے۔ تمام قافلہ کے اراکین بنچوں پر بیٹھ گئے۔ اب اتنے سارے علماء کرام کو ایمگریشن عملہ نے دیکھا تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔ انہیں معلوم ہوا کہ پاکستان کے علماء کا وفد مولانا فضل الرحمن صاحب کی قیادت میں دلی جارہا ہے تو ایمگریشن کا سب سے بڑا آفیسر دفتر سے باہر آیا۔ عملہ کے ارکان سے کہا کہ مولانا فضل الرحمن مسلمانان عالم کے بالعموم اور انڈیا کے مسلمانوں کے بالخصوص سب سے مقبول رہنما ہیں۔ پورے عملہ نے آپ کا استقبال کیا۔ وہ آفیسر مولانا کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ مولانا عبدالغفور حیدری اور ایک دو دوست بھی ہمراہ تھے۔ انہوں نے دفتر میں آپ کا اکرام کیا۔ اتنے میں عملہ نے ایمگریشن کا عمل مکمل کرلیا۔ مہریں لگیں، پاسپورٹ ملے، سارا سامان اب کسٹم عملہ کے پاس ڈھیر ہوگیا۔ ہر ایک نے اپنا اپنا سامان اٹھایا۔ کسٹم عملہ سے چیک کرایا۔ سامان چیک کیا۔ چیکنگ میں قلی بھی مدد کرتے رہے۔ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا رشید احمد لدھیانوی کے ناموں کے ساتھ جالندھر اور لدھیانہ کے لاحقوں سے سردار صاحبان کی پنجابیت کی رگ پھڑک اٹھی۔ انہوں نے ان حضرات سے پنجابی میں باتیں شروع کیں تو اصل پنجابی سننے کا لطف دوبالا ہوگیا۔ کسٹم کے عملہ سے فارغ ہوئے۔ فقیر نے انڈیا چیک پوسٹ کے بینک سے پچاس ڈالر کے انڈین روپے حاصل کئے جو تین ہزار سے کچھ کم تھے۔ دور قمر لی۔ وضو کیا۔ قلی حضرات نے بس میں سامان رکھا۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب بس کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ تمام وفد کو بس میں سوار کرایا۔ خود آخر میں تشریف لائے۔

امرتسر میں وفد کی پیشوائی:

لیجئے! بس چل پڑی۔ اٹاری سے امرتسر، بیس، پچیس میل ہے۔ یاد رہے کہ ہمارے بارڈر واہگہ کے قریب بڑا شہر لاہور، انڈیا کے بارڈر اٹاری سے قریب بڑا شہر امرتسر ہے۔ آدھ گھنٹہ میں بس نے اٹاری سے امرتسر پہنچا دیا۔ راستہ میں فصل، درخت، پھل، بود و باش، رنگ و روپ، لباس، وضع قطع، عمارتوں کی شکل و صورت، سبزیوں کے کھیت، گیہوں کے کھیت میں توڑی کے گارا سے لپائی شدہ ڈھیر دیکھ کر ذرہ برابر احساس نہ ہوا کہ پاکستان و انڈیا میں کوئی فرق ہے۔ بس امرتسر پہنچی تو مولانا مرغوب الرحمن مرحوم سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادہ مولانا انوار الرحمن، امیر الہند حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کے صاحبزادہ اور جمعیت علماء ہند کے موجودہ سیکریٹری جنرل مولانا سید محمود مدنی کے برادر مولانا سید مودود مدنی وفد کی پیشوائی کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ جمعیت علماء ہند کے جناب طاہر، مولانا حکیم الدین اور دوسرے حضرات بھی تھے۔ معانقے و مصافحے و خیر مقدم کے بعد ظہر کی نماز مسجد میں پڑھنے کا فیصلہ ہوا۔ تمام اراکین وفد کے لئے اعلیٰ گاڑیوں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ تین تین حضرات کے لئے ایک ایک گاڑی مختص تھی۔ فقیر کا پورا سفر دلی تک مولانا محمود میاں، مولانا محمد امجد خان کے ہمراہ ہوا۔ اب بس ٹرمینل سے چلے تو راستہ میں بڑا پل ہے اس کے پہلو میں قافلہ نے چلنا شروع کیا۔ تو پہلے چوک پر سبھاش چندر بوس کا مجسمہ نصب تھا۔ جنرل ڈائر نے جلیانوالہ باغ امرتسر میں جو ظلم کا بازار گرم کیا تھا۔ سبھاش چندر بوس نے برطانوی دارالعوام میں جاکر بدلہ لیا۔ اس آزادی کے ہیرو اور لیڈر کا نام زندہ رکھنے کے لئے اس چوک پر اس کا مجسمہ نصب ہے۔ اودم سنگھ کا مجسمہ بھی نظر آیا۔

مسجد خیر دین:

گاندھی گیٹ سے بازار میں داخل ہوئے۔

اس بازار کا نام ہال بازار ہے۔ یہاں پر مسجد و مدرسہ ہے۔ مدرسہ کا نام زینت الاسلام ہے۔ ظہر کی نماز ہوچکی تھی۔ وفد نے مولانا فضل الرحمن کی امامت میں باجماعت نماز پڑھی۔ فقیر نماز سے فراغت کے بعد تجدید وضو کے لئے مسجد کے ہال سے صحن میں آیا تو مدرسہ کے طالب علموں سے پوچھا کہ مسجد خیر دین کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہی مسجد خیر دین ہے اس وقت جو فقیر کے دل کے جذبات تھے۔ ان کا ٹھکانہ نہ رہا کہ کہاں کھڑا ہوں؟ اس مسجد سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی وابستہ یادیں، مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، چوہدری غلام نبیؒ، غلام نبی جانبازؒ، شیخ حسام الدینؒ احرار رہنما، جلیانوالہ باغ، عیدگاہ اور پھر اس عیدگاہ میں مرزا قادیانی مولانا عبدالحق غزنویؒ کا مباہلہ، نامعلوم کیا کیا یادیں دماغ میں تازہ ہوگئیں۔ اسی مسجد کے قریب ثنائی پریس کا کہتے ہیں کہ اب تک بورڈ موجود ہے۔ جہاں سے مرزا قادیانی کے لتے لیے جاتے تھے۔ بس میں تو اب کھو گیا۔

وفد کے ارکان گاڑیوں کی جانب بڑھے۔ وفد کی گاڑیوں پر جمعیت علماء ہند کے پرچم لہرا رہے تھے۔ الحمدللہ! پرچم نبوی کے زیر سایہ بڑھے اور چلے اور سو چلے۔ جمعیت علماء اسلام پاکستان اور جمعیت علماء ہند کا جھنڈا ایک ہے۔ صرف دھاریاں جمعیت علماء ہند کے جھنڈے میں زیادہ ہیں۔ ورنہ دونوں ایک ہیں۔

اب گاڑیوں پر لگے جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ شہر میں جہاں سے قافلے نے رخ کیا۔ لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ منظر دیکھنے کے لئے انگشت بدندان۔ سب سے آگے گاڑی حضرت مولانا فضل الرحمن کی تھی۔

جسے مولانا سید مودود مدنی چلا رہے تھے۔مولانا فرنٹ سیٹ پر براجمان، پچھلی سیٹ پر مولانا اسعد محمود اور مولانا عامر صاحب۔اس کے بعد قافلہ کی دیگر گاڑیاں شہر سے چلیں۔ مین روڈ پکڑی، راستہ میں جالندھر کا سائن بورڈ نظر آیا۔جالندھر، نکودر، کیا کیا اور کون کون سی یادوں نے مچلنا شروع کیا۔سنا ہے امرتسر میں تقسیم سے قبل تیرہ سو مساجد تھیں۔جن میں اب پچاس ساٹھ مساجد آباد ہیں۔باقی متروکہ جائیداد کے طور پر لوگوں نے الاٹ کروالیں۔امرتسر، جالندھر میں ہندو آبادی بھی ہوگی۔لیکن زیادہ تر سکھ آباد ہیں۔بسوں، ٹرکوں کے ۸۰ فیصد ڈرائیور سکھ ہیں۔پگڑی سمیت مخصوص وضع ہر طرف وہی نظر آتے ہیں۔ایک ارب کئی کروڑ انڈیا کی آبادی ہے۔۲۰ فیصد مسلمان ہیں۔لیکن پورے ملک میں بکھرے ہوئے بعض دیہاتوں اور قصبات یا بعض شہروں کے بعض محلوں میں اب بھی مسلمانوں کی اکثریت بتائی جاتی ہے۔ورنہ مسجدیں نوحہ کناں ہیں کہ نمازی نہ رہے۔انڈیا میں سب سے زیادہ ہندو آبادی ہے۔جو ۶۵ فیصد ہیں۔۱۵ فیصد سکھ اور دیگر اقوام ہیں۔

عیدگاہ امرتسر میں مرزا قادیانی سے مولانا عبدالحق غزنوی کا مباہلہ ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء کو ہوا۔مولانا عبدالحق غزنوی کا اشتہار خود مرزا قادیانی کی کتاب تبلیغ رسالت ج۳ ص:۵۲ پر اور مرزا قادیانی کے اشتہار "سچائی کا اظہار" میں تفصیلات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرا۔مولانا عبدالحق غزنوی مرزا قادیانی کے مرنے کے نو سال بعد تک زندہ رہے۔آپ کا وصال ۱۶ مئی ۱۹۱۷ء کو ہوا۔

امرتسر سے شمال مشرق سائیڈ پر دھاریوال، بٹالہ اور قادیان واقع ہیں۔دھاریوال کے مولانا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ تھے۔جو دھاریوال میں خطیب تھے۔تقسیم کے بعد بورے والا آگئے۔دھاریوال میں ایک انگریز نے آزادی سے قبل وولن مل لگائی تھی۔ جس میں آل وول اعلیٰ و عمدہ گرم چادریں تیار ہوتی تھیں۔دھاریوال چادر آج بھی ہندوستان میں مقبول عام ہے۔سنا ہے وہ مل آج بھی اسی طرح چل رہی ہے۔امرتسر سے لدھیانہ جاتے ہوئے جالندھر شہر کو بائی پاس سے دیکھا۔

لدھیانہ میں وفد کا ''ختم نبوت زندہ باد'' کے نعروں سے استقبال:

عصر و مغرب کی نمازیں سڑک پر واقع پٹرول پمپوں پر پڑھیں۔جب لدھیانہ میں پہنچے تو عشاء کی نماز ہوچکی تھی۔لدھیانہ میں جامع مسجد مین بازار میں واقع ہے۔مجلس احرار الاسلام کے بانی رہنما اور صدر حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے صاحبزادے مولانا محمد احمد رحمانی یہاں خطیب ہوتے تھے۔ان کے صاحبزادہ اور مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے پوتے ان کا نام بھی دادا کے نام پر حبیب الرحمن ثانی ہے۔پاکستان میں حبیب الرحمن ثانی لدھیانوی سے مراد مولانا انیس الرحمن لدھیانوی مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔اور انڈیا میں حبیب الرحمن ثانی لدھیانوی سے مراد مولانا محمد احمد رحمانی کے صاحبزادے ہیں اب وہ اسی لدھیانہ کی مسجد کے خطیب و متولی ہیں۔

پاکستان میں حضرت امیر شریعتؒ کی زندگی میں شاہ جی سے مراد آپ ہوتے تھے۔آپ کے وصال کے بعد احرار اور ختم نبوت کے حلقہ میں لفظ شاہ جی سے مراد حضرت امیر شریعتؒ ہی ہوتے ہیں۔لیکن تنظیم اہل سنت کے حلقہ میں شاہ جی سے مراد سید نور الحسن شاہ بخاری ہوتے ہیں اور اشاعتی حلقہ میں شاہ جی سے مراد سید عنایت اللہ ہوتے تھے۔مولانا رحمانی مرحوم کی قبر مبارک بھی اسی مسجد میں ہے۔مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی مرحوم کے آباء کرام مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ جہاں سے انہوں نے اولاً مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ کفر جاری کیا۔وہ مسجد اس مسجد کے علاوہ ہے۔یہ مسجد بازار میں ہے۔وہ محلہ میں ہے اور آباد ہے اور اب بھی لدھیانوی خاندان ہی کے پاس اس کا نظم و اہتمام ہے۔

مولانا حبیب الرحمن ثانی لدھیانوی کے دست راست آپ کے صاحبزادہ عثمان صاحب ہیں جو خوب متحرک اور لدھیانہ کی روایات کے امین ہیں۔جدید تعلیم یافتہ ہیں۔اس وقت حکومت کے وقف بورڈ کے رکن رکین ہیں۔پنجاب میں مساجد کی آبادی کے لئے ان کی خدمات قابل رشک ہیں۔رئیس الاحرار کے پوتے اور پڑپوتے باپ اور بیٹا نے مجلس احرار الاسلام ہند کو متحرک رکھا ہوا ہے۔یہاں سے ایک پرچہ شائع کرتے ہیں۔ختم نبوت کا

سوسال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABS
ABDULLAH BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

کام اس علاقہ میں بڑے دھڑلے سے کر رہے ہیں۔ قادیانیت ان کے نام سے متوحش ہوجاتی ہے۔ ان کے نام وکام کے تذکرے بہت سنے۔ خیر سے یہاں انڈیا کی احرار الاسلام کی بھی جمعیت العلماء ہند سے نہیں بنتی۔ تصادم تو نہیں۔ لیکن باہمی یکجہتی کی کیفیت بھی نہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن ثانی نے حضرت مولانا محمود مدنی سے درخواست کر کے ۱۱ر دسمبر کا کھانا اپنے ہاں رکھ لیا تھا۔ یہاں سے وفد نے گزرنا تھا تو ظہرانہ کا نظم یہاں کا تھا۔ لیکن وفد اتنا لیٹ ہوگیا کہ بجائے ظہر عشاء کے بھی بعد لدھیانہ پہنچا۔ اب جونہی بارہ گاڑیوں کا قافلہ مسجد کے چوک میں پہنچا۔ وہاں پر موجود جم غفیر نے ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے پوری فضاء کو مرتعش کردیا۔ پھول نچھاور ہو رہے ہیں۔ نعرے لگ رہے ہیں۔ استقبال ہو رہا ہے۔ اللہ اکبر! کے نعروں نے توحید کے متوالوں کے چہروں کی رونق کو سراپا نور بنا دیا ہے۔

مولانا مفتی زاہد ایڈیٹر ماہنامہ الجمعیت راولپنڈی نے مجھے فرمایا کہ: ”خوب رہا۔ وفد جمعیت علماء اسلام کا، دعوت جمعیت علماء ہند کی اور نعرے لگ رہے ہیں ختم نبوت زندہ باد کے۔ اب بھی امت کی ختم نبوت کے مسئلہ پر بیداری ووارفتگی منکرین ختم نبوت کو سمجھ نہ آئے تو انہیں پھر خدا ہی سمجھے۔“

انڈیا میں سکھوں نے کرپان رکھنا اپنا شعار بنالیا ہے۔ جواب آں غزل میں مولانا حبیب الرحمٰن ثانی نے تلوار رکھنے کا اپنا حق حکومت سے منوالیا ہے۔ وہ تلوار ہر جگہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور انڈیا میں تلوار والے مولوی کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے استقبالیہ کے موقع پر خوبصورت فریم شدہ تلوار اور کشمیری شال مولانا فضل الرحمٰن کے حضور پیش کی۔ آپ نے اسے قبول کیا۔ محض اظہار محبت کے یہ لمحات بہت سی یادوں کو جمع کرنے کا باعث بن گئے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے امامت کرائی۔ وفد نے نماز عشاء ادا کی۔ عشائیہ میں وفد نے شرکت کی۔ بعد میں ان کے دفتر میں چائے کا دور چلا۔ مستقیم صاحب، عثمان صاحب فقیر کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ ختم نبوت کے کام کی رفتار سے مطلع کرتے رہے۔ وفد کو ختم نبوت پر شاندار کتابوں کا ایک ایک سیٹ پیش کیا گیا۔

لدھیانہ سے چنڈی گڑھ کے لئے روانگی:

مشورہ ہوا کہ چنڈی گڑھ براستہ سرہند جائیں یا ابھی ڈائریکٹ چنڈی گڑھ جائیں اور پھر کل صبح سرہند حاضری ہو۔ طے ہوا کہ رات کی بجائے صبح تسلی سے سرہند شریف حاضری ہو۔ چنانچہ عثمان صاحب لدھیانوی نے فرمایا کہ آپ چنڈی گڑھ نکل جائیں۔ میں لدھیانہ سے سرہند شریف پہنچ کر آپ کا استقبال کروں گا اور وفد کی آمد سے قبل تمام نظم طے شدہ آپ کو ملے گا۔ لدھیانہ سے وفد چنڈی گڑھ کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں جی ٹی روڈ پر پھگواڑہ، کرتار پورہ کے بورڈ آتے رہے۔ رات کا وقت تھا۔ سڑک اچھی تھی۔ ہمارے جی ٹی روڈ کی طرح ہائی وے۔ رات ۱۲ بجے کے بعد چنڈی گڑھ میں داخل ہوئے۔

تقسیم کے وقت غالباً ۱۶ اضلاع پنجاب کے پاکستان کو ملے۔ چھ ضلع انڈیا کے حصہ میں آئے وہ چھ اضلاع اتنے بڑے ہیں کہ اس وقت نہ معلوم ان کے کتنے ضلع بن گئے۔ ان چھ اضلاع پر مشتمل پہلے صوبہ پنجاب تھا۔ جسے مشرقی پنجاب کہتے تھے۔ اب اس کے بھی دو صوبے بنا دیئے گئے ہیں۔ پنجاب اور ہریانہ۔ لیکن دلچسپی کا امر یہ ہے کہ ان دونوں صوبوں کی صوبائی اسمبلیاں، پنجاب و ہریانہ کی دونوں چنڈی گڑھ میں واقع ہیں۔ گویا چنڈی گڑھ دونوں صوبوں کا دارالحکومت ہے۔ چنڈی گڑھ اپنی وضع وہیئت کے اعتبار سے پاکستان کا اسلام آباد سمجھ لیجئے۔ اسی طرح کھلی سڑکیں، خوبصورت عمارتیں، پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا۔ وفد کا گولڈن ایپل ہوٹل میں قیام تھا۔

یہ شہر سے ہٹ کر پہاڑوں کے دامن میں کھیتوں کے درمیان میں ہوٹل کی عمارت ہے رات تو اندازہ نہ ہوا۔ صبح اٹھ کر جائزہ لیا تو سمجھ میں آیا کہ بہت خوبصورت محل وقوع ہے اور اس کا انتخاب اچھے ذوق کا مظہر ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی نے میرا پاسپورٹ پکڑا، اپنے ساتھ ہی کمرہ بک کرالیا۔ انہوں نے سامان کی نشاندہی کی۔ ان کا سامان ہوٹل کے عملہ نے اٹھایا اور کمرہ میں پہنچا دیا۔ میں نے تو اپنا سامان گاڑی میں ہی رہنے دیا۔ رات ایک بجے کے لگ بھگ سوئے۔ (جاری ہے)

قادیانی خاندان کا قبول اسلام

نیو دمیالو کے طاہر مشتاق نے گھرانے کے ۱۶ افراد کے ہمراہ قاری محمد یونس کے ہاتھ پر کلمہ پڑھا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت عمرکوٹ و بدین کے رہنماؤں کی بھی شرکت نو مسلم خاندان کیلئے استقامت کی دعا

کنری (نمائندہ خصوصی) قادیانی خاندان اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ تفصیلات کے مطابق نیو دمیالو کے رہائشی قادیانی طاہر مشتاق نے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر فیملی کے ۱۶ افراد سمیت قادیانیت سے تائب ہو کر بیت السلام ماتلی میں قاری محمد یونس کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ اس موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت عمرکوٹ اور بدین کے مبلغ مولانا مختار احمد و دیگر اکابرین بھی موجود تھے انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ نو مسلم خاندان کو استقامت دے اور تمام قادیانیوں کو دامن مصطفیٰ تھامنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ اسلام کراچی ۱۴؍فروری ۲۰۱۴ء)

ایک اور کذاب

محمد متین خالد

امریکا سمیت پورا مغرب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پوری طرح صف آراء ہو چکا ہے۔ وہ مسلمانوں کی مقدس ترین ہستی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی کرنے والوں کی بھرپور سرپرستی اور معاونت کرتا ہے۔ ایسا ہی مظاہرہ اُس نے حال ہی میں نبوت و رسالت کا دعویٰ کرنے والے گستاخ رسول اصغر کذاب کے معاملے پر کیا۔ 23 جنوری 2014ء کو ایڈیشنل سیشن جج راولپنڈی جناب محمد نوید اقبال نے برطانوی نژاد جھوٹے مدعی نبوت اور گستاخ رسول اصغر کذاب کو توہین رسالت کا جرم ثابت ہونے پر سزائے موت اور دس لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔ اصغر کذاب برطانیہ کے شہر ایڈنبرگ اسکارٹ لینڈ Edimburgh Scotland کا رہائشی ہے۔ چند سال پہلے اُس نے راولپنڈی میں رہائش اختیار کی۔ تفصیلات کے مطابق ستمبر 2010ء میں راولپنڈی کے پوش ایریا گلزار قائد سے ملحق ایئر پورٹ ہاؤسنگ سوسائٹی کے رہائشی برطانوی نژاد اصغر نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کی جسارت یہاں تک بڑھی کہ وہ خود کو "محمد رسول اللہ" کہتا۔ (نعوذ باللہ) اس سلسلہ میں اُس نے باقاعدہ اپنے وزیٹنگ کارڈ اور لیٹر پیڈ چھپوا رکھے تھے جو سادہ لوح مسلمانوں میں تقسیم کرتا اور اپنی تعلیمات کی دعوت دیتا۔ ملعون اصغر کی اس ناپاک جسارت پر علاقہ بھر کے مسلمانوں میں شدید اشتعال پھیلا۔ غیرت و حمیت کے پیکر ملک محمد حفیظ اعوان نے ملزم کے خلاف اندراج مقدمہ کی درخواست دی۔ چنانچہ 22 ستمبر 2010ء کو تھانہ صادق آباد ایئر پورٹ ہاؤسنگ سوسائٹی پولیس چوکی نے ملزم کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C اور ایف آئی آر نمبر 842/10 کے تحت باقاعدہ مقدمہ درج کر کے اُسے گرفتار کر لیا۔ دوران تفتیش ملزم نے اعتراف کیا کہ وہ اللہ کا نبی اور رسول (نعوذ باللہ) ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ راولپنڈی اور اُس کے مضافات میں یا رسول اللہ کے جتنے بھی سائن بورڈ لگے ہوئے ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بنوائے اور لگوائے ہیں۔ پولیس نے ملزم کے اس اعترافی بیان کی باقاعدہ ایک ویڈیو بنوائی تاکہ وہ عدالت میں اپنے اس بیان سے منحرف نہ ہو سکے۔ پولیس نے مقدمہ کا چالان مکمل کر کے ملزم کو اڈیالہ جیل بھجوا دیا۔ ملزم کی طرف سے کئی وکلاء پیش ہوئے جن میں سابق گورنر پنجاب لطیف کھوسہ کی صاحبزادی بیرسٹر سارہ بلال پیش پیش تھی۔ سارہ بلال نے کیس کی سماعت کے دوران کئی مرتبہ جج صاحب سے نہایت بدتمیزی کا رویہ اختیار کیا جس پر انہوں نے بے حد رواداری اور برداشت کا مظاہرہ کیا۔ مقدمہ کو 3 سال تک غیر ضروری طوالت دینے، جج صاحب کو نفسیاتی طور پر مرعوب کرنے، اسلام دشمن قوتوں کے ایجنڈے پر کام کرنے والی ڈالرائزڈ این جی اوز کے بے بنیاد واویلا کرنے اور بین الاقوامی میڈیا کے ذریعے مقدمہ پر اثر انداز ہونے کے کئی منفی ہتھکنڈے آزمائے گئے۔ عدالت میں ملزم کی طرف سے مؤقف اختیار کیا گیا کہ وہ پاگل پن کی بیماری Paranoid Schizophrenia کا مریض ہے۔ اس پر محترم جج صاحب نے ملزم کے دماغی معائنہ کے لیے ایک بورڈ تشکیل دینے کا حکم دیا جس پر ماہر ڈاکٹروں پر مشتمل ایک بورڈ نے ملزم کا مکمل طبی معائنہ اور ٹیسٹ وغیرہ کیے۔ میڈیکل بورڈ نے ملزم کی ذہنی حالت بالکل تسلی بخش قرار دیتے ہوئے اُسے ایک صحت مند نارمل شخص قرار دیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام آباد کے پوش ایریاز میں ملزم نے کروڑوں روپے کی مہنگی ترین چھ کوٹھیاں خریدی ہیں جن کی رجسٹریاں باقاعدہ اُس کے نام ہیں۔ یہاں تو اُس کی نام نہاد بیماری نے کوئی غلطی نہیں کی۔ ملزم کی روزمرہ کی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس سے اُس کا پاگل پن ثابت ہو۔ لیکن جب شان رسالت میں توہین کا مقدمہ درج ہوتا ہے تو ایسے ملزم کو پاگل پن کی بیماری کا شکار قرار دے کر اُسے بچانے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔ ایک موقع پر جب عدالت نے ملزم کے اعتراف جرم کی ویڈیو طلب کی تو پتا چلا کہ متنازع ویڈیو ریکارڈ سے غائب ہے۔ کافی تگ و دو کے بعد اس متنازع ویڈیو کا سراغ ملا اور "اوپر" سے حکم آیا کہ یہ ویڈیو عدالت کے علاوہ کہیں استعمال نہ ہو گی کیونکہ اس سے لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ اس کیس کی سب سے بڑی خوبی اس کی غیر جانبدارانہ اور شفاف ترین تفتیش ہے جو انتہائی ایماندارانہ شہرت کے حامل پولیس آفیسر جناب زراعت کیانی ایس پی نے کی۔ قانون توہین رسالت کے مخالفین کا مطالبہ تھا کہ اس قانون کے تحت درج کیے گئے مقدمہ کی تفتیش ایس ایچ او وغیرہ نہ کرے بلکہ ایس پی کے عہدہ کا حامل آفیسر اس کی تفتیش کرے۔ مشرف دور میں یہ مطالبہ تسلیم کر لیا گیا اور اب اس

قانون کے تحت درج کیے گئے ہر مقدمہ کی تفتیش ایس پی کے عہدہ کے برابر پولیس آفیسر کرتا ہے۔ چنانچہ اس کیس کی تفتیش بھی ایک ایس پی نے کی اور اپنی تفتیش میں انہوں نے ملزم اصغر کو توہین رسالت کا مرتکب قرار دیا۔ اب یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ مقدمہ غلط درج ہوا۔ کیا یہ تأثر خائی آئین و قانون سے بغاوت کے زمرے میں نہیں آتی؟ قرآن وسنت پرمبنی قانون توہین رسالت کے خلاف آسمان سر پر اُٹھا لینے اور اس قانون کو ختم کردینے کا مطالبہ کرنے والوں کومعلوم ہونا چاہیے کہ اس قانون کے تحت ابھی تک کسی ایک ملزم کو بھی سپریم کورٹ سے سزائے موت نہیں ہوئی۔ یہ قانون ملزم کو تحفظ دیتا ہے۔ لاہور ہائی کورٹ نے اپنے ایک فیصلہ میں لکھا تھا:

''مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔سی کے احکام نے یہ بات ممکن بنادی ہے کہ ملزموں کا عدالتی طریقہ کار سے مواخذہ کیا جاسکے اور معاشرہ میں یہ رجحان پیدا کردیا ہے کہ قانونی کارروائی کا سہارا لیا جائے۔ تعزیرات پاکستان کی محولہ بالا دفعہ کے تحت مقدمے کے اندراج سے ملزم کو ایک عرصہ حیات میسر آجاتا ہے۔ اس امر کے پورے مواقع کے ساتھ کہ وہ اپنی پسند کے وکیل کے ذریعے عدالت میں اپنا دفاع کرے اور سزایابی کی صورت میں اعلیٰ عدالتوں میں اپیل، نگرانی وغیرہ جیسی دادرسی کا فائدہ اٹھائے۔ کوئی بھی شخص، کجا ایک مسلمان، ممکنہ طور پر اس قانون کی مخالفت نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ من مانی کا سدباب کرتا ہے اور قانون کی حکمرانی کو فروغ دیتا ہے۔ اگر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔سی کے احکام کی تنسیخ کردی جائے یا انہیں دستور سے متصادم قرار دے دیا جائے تو معاشرہ میں ملزموں کو جائے واردات پر ہی ختم کرنے کا پرانا دستور بحال ہوجائے گا۔''

(پی ایل ڈی 1994ء لاہور 485)

22 جنوری 2014ء کو ملزم نے عدالت کے سامنے اپنے نبی ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے جج صاحب سے درخواست کی کہ اُسے اعتراف جرم کرنے پر کم سے کم سزا سنائی جائے۔ جج صاحب نے ملزم سے دریافت کیا کہ کیا آپ یہ بات ہوش وحواس میں کہہ رہے ہیں؟ ملزم نے کہا جی سر! میں یہ سب سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔ اس پر جج صاحب نے ملزم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنا یہ اعترافی بیان کاغذ پر تحریر کردے۔ اس پر ملزم اصغر نے عدالت کے روبرو اپنے نبی ہونے کا اعترافی بیان کاغذ پر تحریر کرکے اُس پر اپنے دستخط بھی ثبت کردیے۔ جج صاحب نے ملزم کے وکیل کو گواہ بناتے ہوئے اُس کے دستخط بھی اس بیان پر کروالیے۔ بعدازاں جج صاحب نے رائٹنگ ایکسپرٹ سے ان کے دستخط کے اصل ہونے کا سرٹیفکیٹ لیا۔ چنانچہ 23 جنوری 2014ء کو جج صاحب نے فریقین کے وکلاء کی بحث مکمل ہونے اور دیگر قانونی تقاضے پورے کرنے کے بعد شام 4 بجے اڈیالہ جیل میں ملزم کو سزائے موت دینے کا حکم سنایا۔ اس کے چند دن بعد ملزم کے وکلاء نے اس کی سزا کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل دائر کردی۔

اس کیس کے مدعی حفیظ اعوان نے انکشاف کیا کہ اُنہیں اس کیس کی پیروی کرنے کے نتیجہ میں اندرونی اور بیرونی شدید دباؤ کا سامنا ہے۔ انہیں اور اُن کے اہل خانہ کو جان سے ماردینے کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ اُن کے رشتہ داروں پر جھوٹے مقدمات بنائے جارہے ہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے اس اہم اور نازک کیس کی پیروی معروف ماہر قانون مجاہد ختم نبوت جناب راجہ شجاع الرحمن نے کی۔ انہوں نے جس جانفشانی سے اس مقدمہ میں دلائل دیے، وہ اُن کی محبت رسول کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کیس میں تحفظ ختم نبوت کے لیے اپنی زندگی کے شب و روز وقف کردینے والے مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا عبدالوحید قاسمی صاحب کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اسی طرح مفتی محمد حنیف قریشی کی گرانقدر خدمات بھی قابل تحسین ہیں۔ سب سے بڑھ کر ایڈیشنل سیشن جج جناب محمد نوید اقبال نہایت مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے بے پناہ دباؤ، سفارشوں، دھمکیوں، وکلاء صفائی کے غیراخلاقی رویوں کے باوجود انصاف اور میرٹ کا بول بالا کرتے ہوئے مبنی برانصاف یہ تاریخی فیصلہ صادر کیا۔ بین الاقوامی میڈیا کے علاوہ عیسائی اور قادیانی لابی اس فیصلے کے خلاف نہ صرف اپنے غم و غصہ کا اظہار کررہی ہے بلکہ محترم جج صاحب کے خلاف نازیبا الفاظ کا استعمال بھی کیا جارہا ہے۔ ہمارے خیال میں سپریم کورٹ کو اس سلسلہ میں خصوصی سوموٹو ایکشن لینا چاہیے۔

مقدمہ کی سماعت کے دوران ملزم اور اس کے سرپرستوں کی طرف سے کیس پر اثر انداز ہونے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔ ہر پیشی پر برطانوی ہائی کمیشن کی طرف سے ماڈریٹ اور بااثر خواتین کی ایک کثیر تعداد عدالت میں موجود ہوتی اور مقدمہ کی سماعت میں بلاوجہ رکاوٹ ڈالتی۔ یہاں تک کہ 23 نومبر 2012ء کو برطانوی ہائی کمیشن نے کیس میں براہ راست مداخلت کرتے ہوئے ملزم کی رہائی کے لیے لاہور ہائی کورٹ کے ایک معزز جج کو خط لکھا جسے فاضل جج نے کیس کا حصہ بناتے ہوئے سیشن جج کو کوئی دباؤ قبول کیے بغیر سماعت جاری رکھنے کا حکم دیا۔ دریں اثنا حقوق انسانی کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اصغر کذاب کو ضمیر کا قیدی قرار دے کر حکومت پاکستان سے اس کی غیرمشروط فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کا کہنا ہے کہ اصغر کذاب کو حقوق انسانی کے تحت آزادیٔ اظہار رائے کا حق

ہے اور اس پر کوئی جرم نہیں بنتا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ حکومت پاکستان اس بات کو یقینی بنائے کہ آئندہ ایسے واقعات پر کسی ملزم کے خلاف نہ پرچہ درج ہو اور نہ کسی کو سزا دی جائے۔ برطانوی دفتر خارجہ کی سینئر وزیر بارونس سعیدہ وارثی نے کہا کہ ہم اصغر کی رہائی کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ یاد رہے کہ یہ وہی سعیدہ وارثی ہے جس کے جنسی سکینڈلز کی تفصیلات انٹرنیشنل میڈیا میں دیکھی اور پڑھی جا سکتی ہیں۔ ایڈنبرگ سے رکن پارلیمنٹ شیلا گلمور نے پارلیمنٹ کے اجلاس میں برطانوی وزیراعظم ڈیوڈ کیمرون کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ پارلیمنٹ کو یقین دہانی کروائیں کہ سزائے موت کے مرتکب برطانوی شہری اصغر کو برطانیہ واپس لایا جائے گا۔ جس کے جواب میں کیمرون نے پارلیمنٹ کو یقین دلایا کہ وہ اصغر کو ہر حال میں واپس لائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان نژاد برطانوی شہری کو توہین مذہب کے جرم میں سزائے موت سنائے جانے پر وہ شدید تحفظات رکھتے ہیں۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق ڈیوڈ کیمرون نے پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے حکومت پاکستان کو اپنے خیالات سے آگاہ کردیا ہے کہ وہ برطانوی شہری اصغر کو موت کی سزا سنائے جانے پر سخت پریشان ہیں۔ اس حوالے سے وزیراعلیٰ پنجاب سے بات بھی ہوئی ہے، اُمید ہے حکومت پاکستان ہمارے شہری کو رہا کر دے گی۔ اصغر کذاب کو بچانے کے لیے قادیانی اور عیسائی لابی بے حد متحرک ہوگئی ہے۔ تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ مغرب میں ملزم کی رہائی کے لیے ایک دستخطی مہم چلائی جارہی ہے جس پر اب تک سات ہزار سے زائد افراد نے دستخط کیے ہیں۔ یہ یادداشت امریکی صدر اوباما سمیت دنیا بھر کے بااثر افراد کو بھجوائی جائے گی۔ باوثوق ذرائع کے مطابق برطانوی قونصلیٹ کی سفارش پر ملزم کو جیل میں خصوصی پروٹوکول دیا جارہا ہے۔ اسے ٹی وی، اخبارات، انٹرنیٹ سمیت ہوٹل سے کھانا منگوانے کی مکمل سہولیات حاصل ہیں۔ ان واقعات پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ خود کو مہذب کہلوانے والا مغربی معاشرہ کیا پاکستان کے عدالتی نظام میں بے جا مداخلت کا مرتکب نہیں ہو رہا؟ انہیں کون سی چیز گستاخانِ رسول کی سرپرستی پر اکساتی ہے؟ انہیں دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کی دلآزاری میں کیا لذت حاصل ہوتی ہے؟ کیا محسن انسانیت کی شان اقدس میں گستاخی کی ناپاک جسارت کرنا آزادیٔ اظہار رائے کے زمرے میں آتا ہے؟ یہاں ایک بات کا تذکرہ بہت اہم ہے کہ حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے سلسلہ میں ہمارے اراکین پارلیمنٹ کی بے حسی، بے توجہی اور لاپروائی ایک مجرمانہ غفلت سے کم نہیں۔ ان کا اپنا معمولی سا استحقاق مجروح ہوتو یہ پارلیمنٹ میں آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم استحقاق پر ان کی مصلحت پسندی اور خاموشی معنی خیز ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے، کم ہے۔ شیطانی حقوق کے پاسداروں کی گھٹیا ذہنیت کھل کر سامنے آچکی ہے۔ ہر مسلمان کو اُن کی مذموم کوششوں کا راستہ روکنے کے لیے تیار ہوجانا چاہیے، اسی میں امت مسلمہ کی بقا پوشیدہ ہے۔

☆☆..........☆☆

افواج کی کامیابی میں جاسوسوں کا کردار

میدان جنگ میں کامیابی، دشمن کی سرگرمیوں پر کڑی نظر اور فوج کی صحیح نقل و حرکت کے لئے نظام جاسوسی ناگزیر ہے، کیونکہ ان ہی کے ذریعے دشمنوں کی عددی طاقت، ہتھیاروں کی تعداد، جنگی منصوبوں، راستوں کے انتخاب وغیرہ بہت سے اہم معاملات کی خبر حاصل کی جاسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فوجی تنظیم کے اس شعبہ کو بھی باقاعدہ ترتیب و تنظیم کی تھی اور اپنے دس سالہ دور میں جاسوسوں سے بڑے اہم کام لئے تھے، فوجی جاسوسی کی پہلی دستاویزی مثال کا تعلق غزوۂ بدر سے ہے کہ جب آپ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمی اور سعید بن زید عدوی کو بدر کی جنگ سے کچھ دیر پہلے شام سے لوٹنے والے قریشی کاروان کی خبر حاصل کرنے کے لئے بھیجا تھا، اس مہم کے دوران جب قریشی کاروان کے نکل جانے کے بعد مسلمانوں کا سابقہ قریشی فوج سے پڑا تھا تو آپ نے بدر پہنچ کر دو اور جاسوس حضرات بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء کو بدر کے کنوؤں کی طرف خبریں حاصل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ غزوۂ احد کے دوران دو خزرجی حقیقی بھائی حضرت انس اور مونس رضی اللہ عنہما فرزندان فضالہ خزرجی کو رسول کریم ﷺ نے جاسوس بنا کر بھیجا تھا کہ وہ دشمن کی خبریں لائیں، دشمن کے وہاں خیمہ زن ہونے کے بعد رسول کریم ﷺ نے اپنے ایک عظیم ماہر امور حرب اور عالم فنون جنگ صحابی حضرت خباب بن منذر خزرجی کو جاسوس بنا کر بھیجا کہ وہ دشمن کی طاقت اور ارادوں کا پتہ لگائیں۔ جب مدینہ منورہ میں بنو مصطلق کے مریسیع کے مقام پر جمع ہونے کی خبر پہنچی تو حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی کو تحقیق کے حال کے لئے بھیجا، انہوں نے فتنہ و فساد پر پہنچ کر خبروں کی تصدیق کی اور رسول کریم ﷺ کو صحیح صورت حال سے باخبر کردیا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو غزوۂ بنو مصطلق میں فتح حاصل ہوئی۔ غزوۂ خندق میں جب کہ محاصرہ کافی طول پکڑ چکا تھا اور مسلمانوں کو احزاب کے صحیح ارادوں کی خبر نہ تھی۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت خوات بن جبیر کو ان کے منصوبوں کے بارے میں اطلاعات فراہم کرنے کو کہا جب کہ محاصرہ کے آخری دنوں میں رسول کریم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان کو قریشی خیمہ گاہ میں خبریں فراہم کرنے کی غرض سے بھیجا۔

بہر حال ان جاسوسوں کا مسلم افواج کی کامیابی میں خاصا اہم کردار تھا، چونکہ جاسوسی کا کام بڑا اہم اور خطرناک تھا، اس لئے عموماً کم معروف یا غیر معروف لوگوں کے ذریعے یہ کام لیا جاتا تھا۔

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

قیامت تک حضور ﷺ کی تعلیمات ہی عالم انسانیت کیلئے راہِ نجات ہیں

مختلف علاقوں میں سیرت پروگراموں سے علماء کرام کے خطابات

رپورٹ: محمد عبدالوہاب پشاوری

کراچی.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ ضلع ملیر کے زیراہتمام ضلع ملیر کے مختلف علاقوں میں سیرت پروگرام منعقد کیے گئے، جس کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

پہلا پروگرام:

بروز اتوار بعد نماز ظہر جامعہ اصحاب صفہ للبنات ظفر ٹاؤن لانڈھی میں منعقد ہوا، جس میں مولانا قاضی احسان احمد (مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) نے بیان کیا۔

دوسرا پروگرام:

اسی روز بعد نماز عصر جامع مسجد شاہی F-1 شیر پاؤ کالونی لانڈھی میں منعقد ہوا، اس میں بھی مولانا قاضی احسان احمد نے مقامی حضرات سے خطاب کیا۔

تیسرا پروگرام:

بعد نماز مغرب جامع مسجد مدینہ ظفر ٹاؤن میں حلقہ قذافی ٹاؤن، ظفر ٹاؤن اور گلشن عسکری کا ماہانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت مولانا قاضی احسان احمد فرما رہے تھے۔ اس اجلاس میں مولانا مفتی محمد اسحاق مصطفیٰ (مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لانڈھی ملیر) مولانا مفتی امین الرحمٰن، مولانا مفتی عبدالحمید، مولانا عبداللہ، مولانا احمد، مولانا ضیاء الرحمٰن، حافظ عامر شاہ اور حلقے کے ذمہ داران و کارکنان نے شرکت کی۔

چوتھا پروگرام:

۹؍جنوری بروز جمعرات بعد نماز مغرب جامع مسجد اقصیٰ سیکٹر 17-B شاہ لطیف ٹاؤن میں منعقد ہوا۔ مولانا احسن رلجا الحسینی نے سامعین کے سامنے سیرت النبی کے مختلف پہلوؤں پر بیان کیا۔

پانچواں پروگرام:

بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب جامع مسجد مدینہ پورٹ قاسم حاضری گراؤنڈ ظفر ٹاؤن میں منعقد ہوا۔ اس میں مولانا عنایت اللہ قاضی (امیر جمعیت علماء اسلام (ف) یوی فور نے بیان کیا۔

چھٹا پروگرام:

۱۱؍جنوری بروز ہفتہ بعد نماز عشاء جامع مسجد اصحاب صفہ اسٹیل ٹاؤن مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی) اور مولانا قاضی احسان احمد نے بیان کیے۔

ساتواں پروگرام:

۱۲؍جنوری بروز اتوار بعد نماز مغرب جامع مسجد رشیدیہ گلستان سوسائٹی مرغی خانہ اسٹاپ قائد آباد میں منعقد ہوا۔ بیان مولانا محمد لائق شاہ (مدیر جامعہ اصحاب صفہ للبنات ظفر ٹاؤن) نے کیا۔

آٹھواں پروگرام:

۱۳؍جنوری بروز پیر بعد نماز مغرب جامع مسجد صدیقیہ مین روڈ مجید کالونی میں منعقد ہوا۔ مولانا مفتی محمد اسحاق مصطفیٰ نے بیان کیا۔

نواں پروگرام:

۱۴؍جنوری بروز منگل بعد نماز مغرب جامع مسجد محمد حاجی رحیم داد گوٹھ ملیر میں منعقد ہوا۔ مولانا مفتی ساجد محمود (استاد الحدیث جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن) نے بیان کیا۔

دسواں پروگرام:

۱۵؍جنوری بروز بدھ بعد نماز مغرب جامع مسجد طیبہ بلال کالونی، گل احمد چورنگی میں منعقد ہوا۔ بیان مولانا احسن رلجا الحسینی نے کیا۔

گیارھواں پروگرام:

۱۷؍جنوری بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب جامع مسجد اقصیٰ قذافی ٹاؤن میں منعقد ہوا۔ بیان مولانا احسان اللہ نکروی (امیر جمعیت علماء اسلام (ف) لانڈھی ٹاؤن) نے کیا۔

بارھواں پروگرام:

۱۸؍جنوری بروز ہفتہ بعد نماز مغرب جامع مسجد عمر فاروق مسلم آباد کالونی میں منعقد ہوا، مولانا مفتی امین الرحمٰن جدون نے بیان کیا۔

تیرھواں پروگرام:

۲۰؍جنوری بروز پیر بعد نماز مغرب جامع مسجد توحید فیروز گلشن حدید میں منعقد ہوا۔ مولانا حسن ربانی نے بیان کیا۔

چودھواں پروگرام:

۲۱؍جنوری بروز منگل بعد نماز مغرب جامع مسجد محمودہ بھینس کالونی نمبر ۱۰ میں منعقد ہوا۔ بیان مولانا نورالرحیم نے کیا۔

پندرھواں پروگرام:

۲۳؍جنوری بروز جمعرات بعد نماز مغرب

جامع مسجد مدنی عبداللہ گوٹھ میں منعقد ہوا۔ مولانا طارق محمود قاسمی نے بیان کیا۔

سولہواں پروگرام:

۲۴؍جنوری بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب جامع مسجد ربانی سندھی گوٹھ پری میں منعقد ہوا۔ مولانا مفتی بشیر ابراہیم نے بیان کیا۔

سترہواں پروگرام:

۲۵؍جنوری بروز ہفتہ بعد نماز مغرب جامع مسجد اقصیٰ نیو مظفر آباد کالونی میں منعقد ہوا۔ مولانا قاضی احسان احمد نے بیان کیا۔

اٹھارہواں پروگرام:

۶؍فروری بروز جمعرات بعد نماز مغرب جامع مسجد اقصیٰ سیکٹر 17-B شاہ لطیف ٹاؤن میں ماہانہ اصلاحی تربیتی نشست منعقد ہوئی۔ مولانا پیر محمد عمران نقشبندی نے بیان کیا۔

ان پروگراموں میں علماء کرام نے سیرت مصطفیٰ کو اجاگر کیا، انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت صرف عالم انسانیت کے لئے نہیں بلکہ پوری کائنات کے لئے اور ہمیشہ کے لئے ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ اس بات کی گواہی بھی دیتی ہیں کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، آپ کا دین آخری دین، آپ پر نازل ہونے والی کتاب آخری کتاب، آپ کی امت آخری امت ہے۔ اب قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہی عالم انسانیت کے لئے راہ نجات ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے اور آپ کی سیرت مبارکہ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆

اشعارِ ختم نبوت

انتخاب: مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل، مدینہ منورہ

ورق کو ذوق جمال دے گا، قلم کو حسن مقال دے گا
اسی کا ذکر جمیل شہر غزل کی گلیاں اجال دے گا
جناب ختم الرسل ﷺ کے صدقے ریاض پیر فلک مجھے بھی
غموں کے گہرے سمندروں سے ضرور اک دن اچھال دے گا
(ریاض حسین چوہدری)

اللہ اللہ کتنا ہے اونچا مقام مصطفیٰ ﷺ
ساری دنیا پر ہے واجب احترام مصطفیٰ ﷺ
انبیاء میں اولیں ہیں اور ختم المرسلیں
ہے ازل سے تا ابد اوج مقام مصطفیٰ ﷺ
(واحد پریمی)

پائی نہ تیرے لطف کی حد سیّد الوریٰ ﷺ
ختم رسلؐ حبیب صمد سیّد الوریٰ ﷺ
تو اک اٹل ثبوت خدا کے وجود کا
تو ہر دلیل کفر کا رد سیّد الوریٰ ﷺ
(حفیظ تائبؔ)

ہر اعتبار سے فطرت کا منتہیٰ تم ہو
جو شرق و غرب میں گونجی ہے وہ صدا تم ہو
کڑی چلی ہے جہاں سے جناب آدمؑ کی
جہاں ہے ختم نبوت کا سلسلہ تم ہو
(قمر میرٹھی)

شمس شہود عالم عرفاں تم ہی تو ہو
صبح ہدیٰ کا مطلع تاباں تم ہی تو ہو
اے تاجدار ختم رسل تجھ پہ میں نثار
اس دل کے اضطراب کا درماں تم ہی تو ہو
(منظور رشیدی)

مجتبیٰ خیر الوریٰ، نور الہدیٰ صل علیٰ
احمد مرسل محمد مصطفیٰ ﷺ صل علیٰ
پشت پر مہر نبوت کی گئی مہر ثبوت
آئے جب دنیا میں ختم الانبیاء صل علیٰ
(سرور لاہوری)

ازل، محراب ایوان محمد ﷺ
ابد شمع شبستان محمد ﷺ
وہ عبدیت ہو یا ختم نبوت
ہر اک عظمت ہے شایان محمد ﷺ
(نعیم صدیقی)

تبلیغی اجتماع میں ختم نبوت آگاہی کیمپ

رپورٹ: مولانا محمد شعیب

کراچی میں ہر سال تبلیغی اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ اس سال ۴ تا ۶ رفروری کو منعقد ہوا، جس میں لاکھوں فرزندان اسلام نے شرکت کرکے اپنے ایمان کو جلا بخشی۔ امسال خدامِ ختم نبوت نے اجتماع گاہ کے باہر ختم نبوت آگاہی کیمپ لگانے کا پروگرام بنایا۔ اس حوالے سے مولانا عبدالحئی مطمئن (مبلغ ضلع غربی) حلقہ میٹرول سے مولانا مشتاق احمد اور مولانا فیض ربانی، حلقہ اورنگی ٹاؤن سے مولانا محمد وسیم اور راقم الحروف نے مشاورت کرکے مولانا قاضی احسان احمد کی اجازت سے پروگرام ترتیب دیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین اور کارکنوں نے گیٹ نمبر ۸ کے قریب واقع جامع مسجد زکریا میں اپنا کیمپ لگایا، ساتھیوں نے مختلف کاموں کو آپس میں تقسیم کرلیا تھا۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم، مولانا مشتاق احمد، مولانا ابراہیم حسین عابدی، مولانا حبیب الوہاب، حافظ محمد، مولانا آصف اور راقم کے ذمہ اجتماع میں شرکت کے لئے آنے والے افراد کو عقیدۂ ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت کی سنگینی سے آگاہ کرنا تھا۔

مسجد کے باہر کتب کا اسٹال لگا ہوا تھا، جو لوگ ختم نبوت کے حوالے سے معلومات حاصل کرنا چاہتے وہاں موجود ہمارا نمائندہ انہیں مسجد کے کمرے میں لے آتا، جہاں علماء کرام آنے والے معزز احباب کو عقیدۂ ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت سے متعلق آگاہ کرتے اور لوگوں کے مختلف سوالات کے جوابات دیتے۔ ۱۰ سے ۱۵ منٹ کی گفتگو میں عقیدۂ ختم نبوت، قادیانیت کا مختصر تعارف اور قادیانی مصنوعات کے بائیکاٹ پر گفتگو کی جاتی، ہر آنے والے بھائی کی قہوہ سے تواضع کی جاتی اور مفت لٹریچر بھی فراہم کیا جاتا۔ اس کے علاوہ بعض ساتھی اوقات نماز میں اردگرد کی مساجد میں پھیل جاتے اور امام صاحب سے اجازت لے کر فرض نماز کے فوراً بعد دعا سے پہلے ۴ سے ۶ منٹ کا ختم نبوت کی اہمیت پر مختصر بیان کرتے۔

الحمدللہ! اس ترتیب کے مطابق اردگرد کی مساجد میں ۱۲ بیانات ہوئے۔ علاقے بھر میں ختم نبوت کی آواز گئی، کیمپ میں آنے والے افراد نے کارکنان ختم نبوت کے جذبے کو سراہا اور جماعت سے وابستگی کا اظہار کیا۔

کتب کے اسٹال پر مولانا عبدالرؤف، بھائی وقار، بھائی عبدالرزاق، بھائی فواد، بھائی آفرین اور بھائی طاہر متعین تھے۔ زکریا مسجد کے باہر نماز فجر کے فوراً بعد سے لے کر رات گئے تک ختم نبوت کی کتب کا اسٹال لگا رہتا۔ اس اسٹال پر کثیر تعداد نے ردِ قادیانیت کے موضوع پر کتابوں کی خریداری کی اور انہیں فری لٹریچر بھی فراہم کیا گیا۔

مولانا وسیم، مولانا فیض ربانی، بھائی بلال، بھائی احمد الرحمن اور بھائی اشفاق نے ساتھیوں کی بھرپور خدمت کی، اس طرح تمام ارکان نے محبت، خلوص اور تعاون کے ساتھ خوب محنت اور تندہی سے اپنی اپنی خدمات سرانجام دیں۔ کثیر لوگوں تک عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنۂ قادیانیت کی سنگینی کا پیغام پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ ان کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

☆☆.............☆☆

سانحہ ارتحال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوٹری کے امیر حاجی محمد زمان خان کے فرزند ارجمند جناب قاری عبداللہ جو ایک عرصہ سے کینسر کے مرض میں مبتلا تھے۔ ۳۰ رجنوری بروز جمعرات رات ۸، ۹ بجے کے قریب دارفانی سے کوچ کرگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری، حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی (ملتان)، مولانا محمد علی صدیقی (میرپور خاص) اور مولانا توصیف احمد (حیدرآباد) نے مرحوم کے اہل خانہ سے تعزیت کی اور دعائے مغفرت کی۔ قارئین سے ایصال ثواب کی اپیل کی جاتی ہے۔

برنس روڈ کی مشہور ربڑی
1964 سے قائم روایتی لذت
برنس روڈ کے علاوہ ہماری کوئی برانچ نہیں
دہلی ربڑی ہاؤس
شوگر فری ربڑی
Special Rabbri
پستہ ربڑی
Special Pista Rabbri
دودھ دلاری
Special Dodh Dulari
لب شیریں
Special Lab-e-Shireen
رسملائی
Special Rasmalai
شاہی ٹکڑے
Special Shahi Tukre
کھیر
Special Kheer
کھیر کے پیالے
Special Kheer ka Piyale
پنجیری
Special Panjeeri
گاجر کا حلوہ
Special Gajar ka Halwa
گلاب جامن
Special Gulab Jaman
چم چم
Special Cham Cham
Rabbri Available now in Tin Pack
www.delhirabbrihouse.com
/delhirabbrihouse
Email:info@delhirabbrihouse.com